فذکر بالقرآن من یخاف وعید

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

کتاب موسومہ

معیار العلماء

مصنفہ

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

مدینہ پریس بجنور میں باہتمام محمد مجید حسن (پرنٹر) چھپا

قیمت فی جلد علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ، محصول ڈاک ۔/

کتاب ملنے کا پتہ:- منیجر مکتبہ عبرت نجیب آباد (یو۔پی)

فہرست مضامین معیار العلماء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ	۱
۲	مقدمہ	۴
۳	ہدایت الٰہی اور گمراہ کن طاقتیں	۴
۴	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ضرورت	۸
۵	وعظ وتذکیر قرآن مجید کے بغیر ممکن نہیں	۱۰
۶	سنت نبوی اور قرآن مجید	۱۵
۷	دین کا سیکھنا بہت آسان ہے	۱۹
۸	معیار العلماء	۲۵
۹	علم اور علماء	۲۵
۱۰	قرآن مجید اور علماء	۳۶
۱۱	خوف وخشیتِ الٰہی اور علماء	۴۱
۱۲	وعظ ونصیحت کا معاوضہ اور علماء	۴۷
۱۳	کبر وغرور اور علماء	۵۴
۱۴	ریاکاری اور علماء	۶۱
۱۵	شعر خوانی۔ بحث ومباحثہ۔ تمسخر اور علماء	۶۶
۱۶	اتحاد بین المسلمین اور علماء	۷۵
۱۷	صبر واستقامت اور علماء	۸۴
۱۸	علماء اسلام اور علماء بنی اسرائیل	۸۹
۱۹	مسلمانوں کو جاہل رکھنے کی کوشش اور علماء	۱۰۳
۲۰	موجودہ زمانہ کے علماء اور واعظین	۱۰۵
۲۱	بعض خدشات اور اُن کا جواب	۱۲۴
۲۲	خاتمہ	۱۳۷
۲۳	نئی روشنی کے یورپ زدہ مجتہدین	۱۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ وازواجہ واصحابہ اجمعین

امابعد

مین نے غالباً ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء میں جبکہ میرا قیامگاہ لاہور تھا مسلمانوں کے پیشرو افراد کی ناستودہ حالت کے معائنہ سے متاثر ہوکر ایک چھوٹا سا رسالہ اکابر قوم کے نام سے لکھکر شایع کیا تھا، جو میری توقع سے بہت بڑھکر مقبول اور اثرانداز ہوا جسکے کئی ایڈیشن اب تک شایع ہوچکے ہیں۔

۱۹۲۳ء میں شدھی اور سنگھٹن کا ہنگامہ ہندوں نے برپا کیا اور مارچ ۱۹۲۳ء میں مجھکو نجیب آباد سے معہ چند رفقا آگرہ اور نواح آگرہ میں جانا اور ایک مہینہ وہاں قیام کرنا پڑا۔ اسجگہ تبلیغی انجمنوں کے ارکان اور مختلف اضلاع سے آئے ہوئے مولویوں کے عام اخلاق وجذبات کا حسرت انگیز وعبرت آموز تجربہ اور مدعیان تبلیغ اسلام کی ناقابلیتوں کا صحیح اندازہ ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں سے آتے ہی میں نے ایک کتاب موسومہ تحفۃ الاسلام لکھی۔ تحفۃ الاسلام نے شایع ہوکر خوب کام کیا اور تبلیغ اسلام کے لئے بہترین چیز ثابت ہوئی جس کے کئی ایڈیشن شایع ہوکر ہاتھوں ہاتھ ملک کے گوشہ گوشہ میں تقسیم ہوگئے اور آجتک اسکی طلب میں مسلسل خطوط آرہے ہیں لیکن میں اسکا نیا ایڈیشن نہیں چھپوا سکا اور وہ اب نایاب ہے۔

۱۹۲۹ء میں میں نے ایک کتاب موسومہ قول حق لکھی جسکا ایک ہزار کا ایڈیشن صرف چند مہینہ میں ختم ہوگیا اور اسکی دوبارہ چھپوانیکے لئے آجتک متواتر تقاضے ہورہے ہیں، قول حق کا موضوع بھی اکابر قوم کیطرح

اصلاحِ قوم ہی تھا۔ اسکے نفع رساں اور مفید ہونیکا ہر ایک اُس شخص نے اقرار کیا جسنے اسکو بالاستیعاب مطالعہ کیا چنانچہ میرے پاس اسکی ستائش میں ملک کے ہر حصہ سے ایکہزار سے شاید کچھ ہی کم خطوط آچکے ہیں۔ فالحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

آج میں اس نئی کتاب کو معیار العلماء کے نام سے اُسی مذکورہ غرض یعنی صلاح و فلاح قوم کے لئے شایع کر رہا ہوں۔ مسلمانوں کے عالم و واعظ دوسروں کو ہدایت و نصیحت کرتے اور دوسروں کی کمزوریاں اور غلطیاں خوب بیان کر سکتے ہیں لیکن وہ خود بھی ہدایت و نصیحت کے بیحد محتاج اور اپنی کمزوریوں اور غلطیوں سے عموماً بے خبر ہیں اور ان کو ان کی کمزوریوں اور غلطیوں سے آگاہ کرنیکی کسیکو جرأت و ہمت نہیں۔ ظاہر ہے کہ طبیبوں کی غلط کاری بیماروں کی ہلاکت پر ہی منتج ہو سکتی اور عطائیوں کی چارہ گری عموماً علالت کو مستقل اور ہلاکت کو متصل کر دیتی ہے۔

اس کتاب کے شایع کرنیکی اصل غرض یہ ہے کہ علماء اسکو ملاحظہ فرما کر اپنی حالت پر غور کریں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کیا ہونا چاہئے۔ عامی لوگ اسکو پڑھکر سوچیں کہ ہمکو کس قسم کے علماء کی پیروی و اطاعت کرنی چاہئے اور کس قسم کے علماء کی پیروی سے انکار کرنا ضروری و لازمی ہے۔ عام پیشہ ور واعظ تو اس کتاب کو پڑھکر کوشش کرینگے کہ عام مسلمان اس کتاب کو نہ پڑھیں لیکن مولویوں اور واعظوں سے بڑھکر عام مسلمانوں تک اس کتاب کا پہونچنا بیحد ضروری ہے اور اسی طرح مسلمانوں کی قوم کے درد کا علاج ممکن ہے۔

اکابر قوم۔ حجۃ الاسلام۔ قول حق تینوں کتابوں میں میں نے مسلمانوں کی مصیبت کا ایک ہی علاج یعنی قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوجانا بتایا ہے اور قرآن مجید ہی کی روشنی میں میں نے وہ تینوں کتابیں لکھی تھیں۔ اس کتاب میں بھی قرآن مجید ہی سے استدلال کیا گیا ہے اور اسی لئے مجھکو اطمینان ہے کہ میں نے مسلمانوں کو کوئی غلط اور غیر مفید مشورہ نہیں دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ "قرآن مجید تمہارے درمیان حَکَم ہے جو شخص قرآن مجید کو چھوڑکر دوسری چیزوں میں ہدایت کا متلاشی ہوگا وہ گمراہ ہوجائیگا۔ قرآن مجید پر عمل کرنیوالے کبھی گمراہ نہ ہونگے جو شخص قرآن مجید کے موافق کہیگا سچا ہوگا جو اسپر عمل کریگا اجر پائیگا۔ جو قرآن مجید کے موافق فیصلہ کریگا عادل ہوگا جو قرآن مجید کی طرف بلائیگا راہِ راست پر ہوگا۔"

اگر اس کتاب کے شایع ہونے کے بعد پیشہ ور واعظوں۔ آرام طلب اور نفس پرست

مولویوں اور اپنی خواہشات کے غلام عوام کالانعام اور اپنی نمود و نمائش کے شوقین ریاکاروں اور عمال حکومت کے آگے سجدات عبودیت بجالانیوالوں کے حلقوں میں کھلبلی مچ جائے اور شور وغوغا بلند ہوجائے تو کوئی حیرت اور تعجب کی بات نہ ہوگی۔ یہ شور وغوغا انشاء اللہ تعالےٰ چند روزہ ہوگا اور حق پسند فطرتیں ضرور اسطرف متوجہ ہوکر اس کتاب کو اپنے درد کا درمان تسلیم کرینگی۔ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ہ

چونکہ میرا قلب آستانہ الٰہی پر جھکا ہوا ہے اور میں نے اُسکے گوشہ گوشہ کا جائزہ لیکر حتی الامکان اسکو نفسانی خیالات، دنیوی خواہشات اور بُرے جذبات سے پاک وصاف کرنے کے بعد اس کتاب کا مسودہ لکھنا شروع کیا اور دوران کتابت میں خدا تعالےٰ سے امداد طلب کرتا رہا اور خوف خدا سے جدا نہیں ہوا لہٰذا مجھکو یقین ہے کہ میری یہ کوشش رائگاں نہیں جائیگی اور اسکے نیک نتائج ضرور مرتب ہونگے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ آمین یارب العالمین۔

۲۰ دسمبر ۳۵ء

اکبر شاہ خان
نجیب آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ہدایت الٰہی اور گمراہ کن طاقتیں

انسان اپنی حقیقی مقصدوری اور سعادت وکمال تک پہونچ ہی نہیں سکتا جب تک کہ ہدایت الٰہی کے ماتحت گامزن نہ ہو۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرہ-۴)

پس جب ہماری طرف سے تمہارے پاس ہدایت پہنچے تو اسکی پیروی کرنا کیونکہ جو ہماری ہدایت پر چلینگے انپر نہ خوف طاری ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے۔

اور فرمایا۔

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی (طٰہٰ - رکوع ۷)

اولاد آدم میں سے جو کوئی ہماری ہدایت پر چلیگا وہ نہ راہ راست سے بھٹکیگا اور نہ ہلاکت وبدنصیبی میں مبتلا ہوگا

اور فرمایا۔

قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام۔ رکوع ۹)

ان سے کہدو کہ اللہ کی ہدایت ہی تو اصل ہدایت ہے اور ہم سب کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم رب العالمین کے فرمانبردار رہیں۔

جب سے نسل انسانی اس دنیا میں موجود ہوئی اسیوقت سے خداتعالے نے بذریعۂ انبیاء اسکے لئے ہدایت بھیجنی شروع کی چنانچہ آدم اول نبی اول بھی تھے۔ نبیوں اور رسولوں کی رہبری کے بغیر انسان اپنے شرف ومجد تک پہونچنے کے لئے دو قدم بھی نہیں چل سکتا تھا۔ اس اجمال کی سیر کن تفصیل کتاب نظام سلطنت میں درج ہو چکی ہے اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

دنیا میں کوئی بھی نبی ایسا مبعوث نہیں ہوا جسکی مخالفت سختی و شدت کے ساتھ نہ کی گئی ہو اور لوگوں نے اس کا تمسخر نہ اڑایا ہو۔

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ٥	بندوں کے حال پر بڑا ہی افسوس ہے کبھی انکے پاس کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسکی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو

قرآن مجید میں جن جن انبیاء کے حالات موجود ہیں ان سب کے حالات میں یہ چیز مشترک نظر آتی ہے کہ ہر ایک نبی اسیوقت مبعوث ہوا جبکہ عام طور پر لوگ گمراہی و ضلالت میں مبتلا ہوئے انبیاء کی مخالفت کرنیوالوں میں سے عموماً ہر ایک کی مخالفت کا ایک ہی رنگ رہا ہے شیطان نے نسل انسانی کو گمراہ کرنے راہ ہدایت اور تعلیم انبیاء سے جدا رکھنے کے لئے منجملہ اپنے ہزارہا آلات کے بعض ہتیاروں سے بہت زیادہ کام لیا ہے اور ان کو قریباً ہر زمانہ میں استعمال کیا ہے جنمیں سے ایک اتباع اہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور ہدایت نامجات الہیہ نے ہمیشہ انسان کو انجام بیں اور فکر آخرت کو فکر دنیا پر متقدم رکھنے والا بنانے کی کوشش کی لیکن شیطان نے انسان کو کوتاہ اندیش اور خواہشات نفسانی کا بندہ بناکر آخرت کی فکر اور قیامت کے خوف سے غافل رکھنے میں اپنی پوری کوشش صرف کی ۔ ہر ایک نبی کو دنیا پرست ۔ جاہ طلب تن پرور اور بندۂ دینار و درہم پاک جہانیوں سے واسطہ پڑا ہے اور انسانوں کی ایک بڑی تعداد اپنی خواہشات کے پیچھے چلکر دوزخ میں پہونچ چکی ہے اور پہنچ رہی ہے۔ ان لوگوں نے خدائے تعالیٰ کے ہر ایک نبی اور رسول کو اپنی خواہشات کا پورا کرنیوالا بنانیکی ناکام کوشش کی ہے اور جبکہ خدائے تعالیٰ کے رسولوں نے انکی خواہشات کے پورا کرنے سے انکار کیا ہے تو یہ ان کے دشمن بن گئے ہیں۔ ان لوگوں پر نہ کسی دلیل و برہان کا کوئی اثر ہوتا ہے نہ یہ کسی دلیل و برہان اور معقولیت کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں ۔ یہ لوگ اپنی خواہشوں اور دنیوی سامانوں ہی کو اپنا خدا اور اپنا مقصود اصلی سمجھتے ہیں۔ ان کی رذالت اور پست ہمتی کا ہمیشہ ہر زمانے میں یکساں اظہار ہوتا رہا ہے اور ان کے وجود سے کوئی زمانہ بھی خالی نہیں رہا ہے۔

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	یہ لوگ تو بس دنیا کی زندگی کے ظاہر حال کو سمجھتے

وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ ○ (الروم - رکوع ۱۴) | اور آخرت سے تو یہ بالکل بے خبر ہی ہیں۔

ان دنیا پرست خواہشات کے بندوں کا ذکر اور ان کی رذالت اور کمینہ خصلتی کا حال قرآن مجید میں بار بار اور بڑی کثرت سے آیا ہے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کسی نبی نے بھی انسان کی خواہشات کو بالکل فنا کر دینے اور دنیوی مال و متاع سے قطعاً بے تعلق ہو جانے کی ہرگز ہرگز تعلیم نہیں دی بلکہ تمام ہادیانِ برحق کی تعلیم کا خلاصہ یہی تھا کہ اپنی خواہشات کے محکوم نہ بنو بلکہ ان کو اپنا محکوم بنا کر رکھو نیز انھوں نے بتایا کہ دنیوی ساز و سامان اور مال و متاع خدائے تعالیٰ نے سب تمہارے ہی لئے بنایا ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھاؤ لیکن دنیا اور دنیوی ساز و سامان کو مقصود حقیقی نہ سمجھو بلکہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ شیطان کے جال میں پھنسکر رہبانیت اختیار کر لیتے اور خندق سے بچکر کنوئیں میں گر پڑتے ہیں۔ لا رهبانية في الاسلام۔

شیطان کا دوسرا اکثیر الاستعمال حربہ کبر و نخوت اور ضدی پن ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ انسان کو اسکی سعادت اور حقیقی کامرانی کے راستے دکھائے اور اسکو دین و دنیا میں کامیاب و بامراد بنانے کے گُر سکھائے لیکن شیطان نے انسان کے ضدی پن کو بیدار اور اسکو نخوت و پندار میں گرفتار کرنیکی کوشش کر کے عقل و عدل، دلیل و برہان اور معقولیت و سنجیدگی سے جدا رکھنا چاہا۔ چنانچہ ہر ایک نبی کو ان ضدی مزاج اور مغرور و متکبر لوگوں سے واسطہ پڑا اور انھوں نے حق و صداقت کے دبانے، مٹانے اور ہادیانِ برحق اور انکی جماعت یعنی حق پسند لوگوں کو نقصان پہنچانے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا اور اپنے آپ کو خسر الدنیا والآخرہ بنایا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ (البقرۃ - رکوع ۲۵)	اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈر تو شیخی و تکبر ہو کر اسکو گناہ پر آمادہ کرے پس ایسے بدکار کو جہنم کافی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اور فرمایا۔

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ (النمل - ۱)

اور باوجودیکہ انکے دل ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے مگر انھوں نے سرکشی اور شیخی کے مارے انکو نہ مانا پس اے رسول دیکھ مفسدوں کا کیسا برا انجام ہوا

اور فرمایا

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ (لقمان - رکوع ۱)

اور جب انھیں سے کسی کو ہماری آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو اکڑتا ہوا منہ پھیر کر چلدیتا ہے جیسے اسنے انکو سنا ہی نہیں گویا وہ کانوں سے بہرا ہے۔

قرآن مجید میں سیکڑوں مقامات پر ان متکبر اور ضدی مزاج لوگوں کا ذکر آیا ہے۔ یہ لوگ ہی خواہشات کے بندوں اور دنیا پرستوں کی طرح کسی منطق اور کسی دلیل کو قبول کرنے سے قطعاً محروم اور تہذیب و انسانیت سے علانیہ انکار کرنیوالے ہوتے ہیں۔

شیطان لعین جن ذرائع سے لوگوں کو گمراہ کرنے اور گمراہ رکھنے کا کام لیتا ہے انمیں ایک سب سے زیادہ اس کا بکثرت اور ہمیشہ استعمال ہونیوالا ہتھیار تقلید جامد و اکابر پرستی واتباع آباء ہے۔ ہر ایک نبی کو ان باپ دادوں کے نقش قدم پر چلنے والوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے اور آج بھی ہر داعی الی الحق کے مقابلہ میں یہی طاغوتی لشکر عقل و شعور اور تہذیب و انسانیت سے کوسوں دور ہو کر صف بستہ نظر آرہا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار ان لوگوں کے افعال و اقوال ناشائستہ کا حوالہ دیا ہے اور ہر نبی کی دعوت کے جواب میں انھوں نے یہی نامعقول جواب دیا ہے کہ مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝ (اپنے پہلے باپ دادوں اور بزرگوں میں ہمنے اس قسم کی باتیں نہیں سنیں)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝ (المائدہ - رکوع ۱۴)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور اسکے رسول کیطرف آؤ یعنی خدا اور رسول کے احکام کو مانو تو جواب دیتے ہیں کہ جس مسلک پر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی مسلک ہمارے لیے کافی ہے چاہے انکے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں

اس قسم کی آیات قرآن مجید سے بکثرت نقل کیجا سکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اسم پرستوں اور اسلاف و اکابر پرستوں نے ہمیشہ ہی داعیان حق کو پریشان کیا ہے۔ جس طرح اول الذکر ہر دو شیطانی گروہ عقل و فہم کو کام میں لانے اور دلیل و برہان کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اسی طرح یہ تیسرا گروہ بھی عقل و فہم رکھتے ہوئے اس سے کام لینا نہیں چاہتا اور اپنی حماقت بآبی کو اپنے لئے موجب فخر سمجھکر مرنے کی ایک ہی ٹانگ بتائے جاتا ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت

تمام نبیوں اور رسولوں کو جن جن شیطانی لشکروں سے مقابلہ کرنا پڑا ان سب شیطانی جماعتوں اور شیطانی طاقتوں سے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مقابلہ کرنا پڑا اور آپ کی امت کے علمائے ربانی کو آجتک مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ جب تک شیطان اور شیطانی لشکر دنیا میں موجود ہے حق کا بول بالا کرنیوالے بھی دنیا میں ضرور موجود رہینگے۔ آدم علیہ السلام کے زمانے سے حق و باطل کی یہ معرکہ آرائی جاری ہے اور قیامت تک باقی رہیگی۔ آنحضرت صلعم سے پہلے خدائے تعالے اپنے انبیاء و رسل مبعوث فرماتا اور ان کو ہدایت نامے دیتا رہا۔ اب کہ ہدایت کامل ہوگئی اور کامل ہدایت نامے یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا خود خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا تو خاتم النبیین کے بعد اب کسی نبی کے مبعوث ہونیکی ضرورت نہ رہی اور قرآن مجید کی تبلیغ اور قرآن مجید کی طرف لوگوں کو متوجہ رکھنے کا کام قیامت تک علمائے ربانی کے سپرد ہوا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" جسکا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بار بار نبی مبعوث ہوتے اور ہدایت نامے لاتے رہے لیکن امت محمدیہ کے لئے کامل ہدایتنامہ قرآن مجید چونکہ محفوظ و موجود رہیگا لہذا نبی کے مبعوث ہونیکی ضرورت نہیں رہی۔ علماء یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی کی جاننے والے کتاب و سنت کی تعلیم و تبلیغ کا کام انجام دیکر مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچانیکی کوشش کرتے رہینگے چنانچہ خدائے تعالے نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	لوگوں کی رہنمائی کے لئے جسقدر امتیں پیدا ہوئیں ان میں تم مسلمان سب سے بہتر ہو کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور برے کاموں سے

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ۝ (ال عمران - ۱۲۰) منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت سے ہر مسلمان کا آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہونا ثابت ہے لیکن اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا اس لئے کہ ہر شخص اپنا تمام وکمال وقت اور تمام وکمال توجہ اسی ایک کام میں مصروف نہیں رکھ سکتا تھا بلکہ دوسرے جائز اور ضروری مشاغل کو جاری رکھتے ہوئے موقع پاکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام بھی کر سکتا ہے چنانچہ فرمایا کہ

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ ۝ (التوبہ - رکوع ۱۵)

اور یہ مناسب نہیں تھا کہ مسلمان سب کے سب اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں ایسا کیوں نہ کیا کہ انکی ہر ایک جماعت میں سے کچھ لوگ اپنے گھروں سے نکلے ہوتے کہ (مدینہ میں آکر) دین کی سمجھ پیدا کرتے اور جب سیکھ سمجھ کر اپنی قوم میں واپس جاتے تو انکو فرمانی الٰہی سے ڈراتے تاکہ وہ لوگ بھی برے کاموں سے بچیں،

اسی لئے حکم ہوا کہ

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (ال عمران رکوع ۱۱)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ دین و دنیا میں کامیاب و بامراد ہونیوالے ہیں،

اس آیت سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی فرضیت ثابت ہے لیکن لفظ منکم نے اسکو فرض کفایہ بنا دیا ہے یعنی مسلمانوں کے ایک گروہ کو اس کام میں ہمہ تن مصروف رہنا چاہیے لیکن اگر کوئی بھی اس کام کو نہ کرے تو سب کے سب گنہگار ہونگے ایک جگہ فرمایا

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ط (الحج - رکوع ۶)

اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ لوگ اچھے ہی اچھے کام کرینگے یعنی نمازیں پڑھینگے اور زکوٰۃ دیں گے اور لوگوں کو اچھے کاموں کیلئے کہینگے اور برے کاموں سے منع کرینگے۔

یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ ذکر فرما کر اسکی ضرورت و اہمیت کو نماز و زکوٰۃ کے ہمسر ٹھہرایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ

جس قوم میں گناہ سرزد ہوتا ہے اور لوگ انکار و ممانعت نہیں کرتے تو حق تعالےٰ جلد ایسا عذاب بھیجتا ہے جسمیں سب مبتلا ہو جاتے ہیں - اور فرمایا کہ جہاد کے مقابلے میں تمہارے سب نیک کام ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ اور امر بالمعروف و نہی عن منکر کے مقابلہ میں جہاد ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ -

حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں فرمایا کہ تم میں جو شخص کسی منکر یعنی خلاف شرع بات کو دیکھے تو چاہیئے کہ اسکو اپنے ہاتھ سے روکے اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے اسکو برا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہے - رواہ مسلم

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرو گے تو اللہ تعالےٰ تم پر اپنی جناب سے عذاب جلد بھیجے گا پھر تم اللہ تعالےٰ سے دعار کرو گے تو تمہاری دعاء قبول نہ ہوگی - (رواہ الترمذی)

پس ثابت ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی وعظ و تذکیر و تبلیغ و نصیحت و اصلاح کا سلسلہ مسلمانوں کو برابر جاری رکھنا چاہیئے اور اسی میں نوع انسان کی فلاح و کامرانی مضمر ہے یہ نہ ہو تو ہلاکت و بربادی و تباہی کو ہرگز روکا نہیں جا سکتا اور اسلام اپنی اصلی حالت میں قائم نہیں رہ سکتا -

وعظ و تذکیر قرآن مجید کے بغیر ممکن نہیں -

اصطلاح شرع میں معروف سے مراد ہے اچھے کام اور اختیار کرنیکی قابل باتیں اور منکر سے مراد ہے برے کام اور ترک کر دینے کی قابل باتیں - انسان اگر تمام بھلائیوں اور برائیوں کا خود ہی تعین کر سکتا تو پھر انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونیکی ضرورت ہی نہ تھی - لیکن چونکہ اس کو قدم قدم پر ٹھوکر لگ سکتی ہے اور یہ کسی طرح بھی خدائے تعالےٰ کی دستگیری کی بغیر اپنی سعادت کو حاصل نہیں کر سکتا تھا لہذا خدائے تعالےٰ نے ہادیان برحق کو اپنی طرف سے ہدایت دیکر اسکی رہبری کے لئے مبعوث کیا - یہ مضمون بالتفصیل و با دلائل میری

کتاب نظام سلطنت کی ابتدائی فصول میں موجود اور قابل مطالعہ ہے۔ برائی اور بھلائی کی تمیز انسان کو ہدایت الٰہی کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے۔ جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ تمام انبیاء نے نسل انسانی کو الٰہی ہدایت کی طرف متوجہ رکھنا چاہا اور انسان شیطان کا معمول بنکر ہدایت الٰہیہ کی طرف سے منہ موڑتا رہا۔ علمائے ربانی یعنی ورثۂ انبیاء کے راستے میں بھی یہی چیز ہمیشہ سنگ راہ رہی ہے کہ انھوں نے لوگوں کو ہدایت الٰہیہ یعنی قرآن مجید کی طرف متوجہ کیا اور علمائے سوء یعنی شیطان کے ایجنٹوں یا شیطانی لشکر کے سپہ سالاروں نے بھلی اور بری باتوں کا تعین اپنی تجویز سے کیا اور ہدایت نامۂ الٰہیہ یعنی قرآن مجید کیطرف سے لوگوں کو غافل و ذاہل رکھنا چاہا اور اس طرح اسلام کا نام لے لے کر لوگوں کو گمراہ بنایا اور شیطان کے مقصد کو پورا کیا۔

اسمیں شک نہیں کہ بہت سے دنیوی علوم اور بہت سے دنیوی مقاصد کو پورا کرنیوالے ذرائع ہمکو زیادہ جاننے والے انسانوں اور اپنے پیشرووں کے ذریعہ حاصل اور معلوم ہوئے ہیں لیکن اخروی مقاصد اور رضائے الٰہی کے وسائل اور حقیقی انسانی سعادت حاصل کرنے کے طریقے قرآن مجید اور اسوۂ حسنۂ نبوی صلعم کے سوا اور کسی طرح بھی معلوم نہیں ہوسکتے۔ آنحضرت صلعم نے قرآن مجید ہی کی تبلیغ فرمائی اور قرآن مجید ہی کے ذریعہ صحابۂ کرام کی وہ پاک جماعت تیار ہوئی جسکو رضی اللہ عنہم و رضوعنہ کی سند حاصل ہوئی۔ خدائے تعالٰے نے ایک کے بعد دوسرے نبی کو مبعوث کیا اور ایک کے بعد دوسرا ہدایت نامہ بھیجا اور یہ سلسلہ آنحضرتؐ تک جاری رہا۔ آنحضرت صلعم کو کامل ہدایت نامہ (قرآن مجید) دیا گیا۔ چونکہ اب قرآن مجید کے سوا کسی اور ہدایت نامے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اور قیامت تک اسی کی ضرورت تھی لہذا خدائے تعالٰے نے اسکی حفاظت کا خود سامان کیا۔ قرآن مجید کی یہ حفاظت خود اسبات کی سب سے زبردست دلیل ہے کہ نوعِ انسان کو قرآن مجید کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط (الرعد۔ رکوع ۲)	اور جو چیز لوگوں کے لئے نفع رساں ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔

قرآن مجید کی طرف سے غفلت و بے پروائی اختیار کرنا خسران و زیان اور ہلاکت و نقصان کا موجب ہے اسی لئے مسلمانوں کو وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ الخ کا حکم دیا ہے یہی داعی الی الخیر لوگ علمائے ربانی اور قرآن مجید کی تبلیغ کرنیوالے ہیں جو لوگونکو وحی آلٰہی کی طرف متوجہ رکھنے کا کام اپنے اوپر لازم کرلیں اور رات دن اسی طرف اپنی توجہ منعطف رکھیں۔ آیت مذکورہ میں خیر کے معنے وحی الٰہی یا قرآن مجید ہی ہیں۔ لغت میں اور خود قرآن مجید میں بھی خیر متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ خیر شر کی ضد ہے یعنی بھلائی نیکی خوبی۔ خیر کے معنے مال و دولت بھی آئے ہیں۔ خیر کے معنی نفع بھی ہیں۔ خیر اس چیز کو کہتے ہیں جسمیں سب رغبت کریں۔ خیر کے معنی وحی الٰہی بھی ہیں۔ خیر کے جسقدر معانی ہیں اگرچہ ان سب کے اعتبار سے بھی وحی الٰہی کو خیر کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ ساری بھلائی اور خوبی اور کامیابی کے طریقے قرآن مجید ہی سکھاتا ہے لیکن ایک دوسری جگہ خود خدا تعالےٰ نے خیر کا لفظ خاص طور پر وحی الٰہی کے معنے میں استعمال فرماکر مذکورۂ بالا آیت میں استعمال ہونیوالے لفظ خیر کی تعیین فرمادی کہ یہاں خیر سے مراد قرآن مجید ہی ہے جیسا کہ فرمایا

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝ (البقرہ۔ رکوع ۱۳)	اہل کتاب اور مشرک لوگ جو منکر اسلام ہیں اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے خیر یعنی وحی الٰہی نازل کیجائے اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مذکورہ آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ الخ میں لفظ خیر اپنے اندر ایک وجد آور بلاغت اور خوبی رکھتا ہے کہ اس لفظ نے وحی خفی اور وحی جلی دونوں کے مفہوم کو مجتمع کرکے قرآن مجید کے ساتھ اسوۂ حسنۂ نبوی کو بھی لازم قرار دیدیا اور فرمایا کہ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ۔ رکوع ۱۷)	اور اسی طرح ہمنے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کی اور نمونہ کی جماعت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشوا اور مزکی ہو اور رسول تمہارا پیشوا اور مزکی ہو۔

اِس آیت کے الفاظ بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی اور اور تعلیم کی ہوئی ہدایت کے سوا کوئی ہدایت نہیں ہے۔

پس خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنیوالی واعظین ومصلحین کی جس جماعت کے وجود کو لازمی قرار دیا ہے اسکا ہرگز ہرگز یہ منصب نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کو پس پشت ڈالکر اپنی تجاویز یا زید وبکر وغیرہ دوسری انسانوں کی مجوزہ باتوں کی تلقین وتعلیم وتبلیغ کرنے لگیں بلکہ اُن کے لئے لازمی قرار دیدیا گیا ہے کہ وہ کتاب الٰہی اور سنت ثابتہ ہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کریں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو متضاد یا متغائر چیزیں سمجھنا بھی سخت غلطی ہے بلکہ سنت رسول اللہ کتاب اللہ کی تفسیر اور صحیح تعبیر ہے اصل ہدایت تو کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ہی ہے۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ	لوگوں سے کہدو کہ اللہ کی ہدایت تو اصل ہدایت ہے۔

(الانعام۔ رکوع ۹)

جو شخص قرآن مجید کو ضروری نہ سمجھے اور دوسروں کے اقوال وافعال کو سامانِ ہدایت سمجھکر ان کی تبلیغ وتلقین کو کافی قرار دے وہ ہرگز ہرگز دعوت الی الخیر والی جماعت اور علمائے ربانی میں شمار نہیں ہو سکتا۔ داعیات الی الخیر اور علمائے ربانی جو امت مسلمہ میں انبیاء کے مثیل اور لوگوں کے لئے رہبر وہادی ہیں ان کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ (النساء۔ رکوع ۹)	اور جو کوئی اللہ ورسول کی اطاعت کرے تو ایسے لوگ تو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعامات کئے ہیں یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالح لوگوں کیساتھ اور یہ کیسے اچھے ساتھی ہیں،

معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہی اصل چیز ہے یعنی کتاب وسنت ہی کے ذریعہ انسان مراتبِ علیا کو پہونچ سکتا ہے اور فرمایا

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا	لوگو یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اسکی پیروی کرو اور خدا کے سوا اپنے بنائے

تلک الرسل ۵ (الاعراف ۔ رکوع ۱) ہوے کارسازوں کی پیروی نکرو مگر تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بڑی کثرت سے جا بجا موجود ہیں بخوف طوالت اس جگہ نقل نہیں کی گئیں۔

کیمیائے سعادت میں امام غزالی رح نے بعض حدیثیں قرآن مجید کے متعلق نقل کی ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی فرشتہ اور پیغمبر وغیرہ قرآن مجید سے بڑھکر خدائے تعالےٰ کی جناب میں شفیع نہیں ہے۔" دوسری حدیث میں ہے کہ "دلوں میں لوہے کی طرح زنگ لگتا ہے اور وہ قرآن مجید سے دور ہوتا ہے۔" پھر آگے چلکر امام ممدوح نے حضرت حسن بصری رح کا قول نقل کیا ہے کہ "اگلے لوگ رات کو قرآن مجید میں غور و تامل کرتے اور دن کو اسپر عمل کرتے تھے لیکن تم لوگ اسکے حروف اور زیر و زبر کو درست کرتے ہو اور اسپر عمل کرنیمیں سستی کرتے ہو۔" پھر امام ممدوح فرماتے ہیں کہ "قرآن مجید سے مقصود اصلی فقط پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا ہے پڑھنا یاد رکھنے کے لئے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے جو لوگ پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کا خط آئے جسمیں اس غلام کے لئے کچھ احکام و ہدایات ہوں وہ غلام اپنے مالک و آقا کے اس خط کو خوش آوازی سے پڑھے اس کے حروف کو خوب صحیح مخارج اور صحیح آوازوں سے ادا کرے اور ان احکام کی جو اس میں لکھے ہیں کچھ تعمیل نہ کرے تو وہ غلام یقیناً عقوبت و سزا اور سرزنش و عذاب کے قابل سمجھا جائیگا۔" پھر کیمیائے سعادت کے تیسرے باب میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "بعض لوگ ہر روز ایک قرآن بہت جلد جلد پڑھکر ختم کرتے اور زبان کے بل دوڑتے ہیں لیکن ان کا دل غافل رہتا ہے ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ قرآن کا ایک ختم ان کے لئے گنتی میں آجائے تاکہ وہ کہتے پھریں کہ ہمنے اتنے قرآن ختم کئے اور سات منزلوں میں سے آج اتنی منزلیں ہمنے پڑھیں۔ یہ اتنا نہیں جانتے کہ قرآن مجید کی ہر ہر آیت ایک ایک خط یا پروانہ ہے جو احکم الحاکمین نے اپنے بندوں کو لکھا ہے اسمیں امر۔ نہی۔ وعد۔ وعید۔ مثال۔ نصیحت۔ خوف دلانا۔ ڈرانا سبھی کچھ ہے۔ قرآن پڑھنے والے کو چاہئے کہ وعید کے

محل پر ہمہ تن خوف ہو جائے اور وعد کے مقام پر سراپا خوشی بنجائے۔ مثال کے محل پر بالکل اعتبار ہو جائے ۔ وعظ کے مقام پر ہمہ تن گوش بنجائے۔ ڈرانے کیوقت ہراس میں ڈوب جائے۔ یہ سب کیفیتیں دل کی حالتیں ہیں،، پھر فرمایا زبان کی نوک ہلانے سے کیا فائدہ ایسے شخص کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ حکمنامہ لکھے جسمیں احکام ہوں اور وہ مکتوب الیہ بیٹھکر اس حکمنامہ کو ازبر کرلے اور پڑھا کرے اور اسکی معانی سے غافل ہو؛

سنت نبوی اور قرآن مجید۔

سنت نبوی یا اسوۂ حسنۂ نبوت کی اہمیت وضرورت سے ہرگز ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے بہتر قرآن مجید کے سمجھنے والے اور اسپر عمل کرنیوالے تھے۔ آپ ہی قرآن مجید کے بہترین مفسر اور شارح تھے قرآن مجید کے سمجھنے اور اسپر عمل کرنے کے لئے سنت نبوی سے کسی طرح بھی بے نیازی نہیں برتی جاسکتی۔

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ٥ (الاعراف۔ رکوع ۲۰)	لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول نبی امی محمدؐ پر بھی ایمان لاؤ کہ وہ خود بھی اللہ اور اسکی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس رسول ہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت یاب ہو۔

اور فرمایا۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ج (الحشر۔ ۱)	اور رسول جو تمہیں دے اُسے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

اور فرمایا

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ ط (النساء۔ ۶)	جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی قیامت کے دن آرزو کرینگے کہ کاش زمین میں سما جائیں۔

اور فرمایا۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (النور۔ ۹)	مسلمانو! رسول کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ آپسمیں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

اور فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝ (الاحزاب - ۳)	رسول اللہ صلعم کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے ۔

اور فرمایا

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ ط (النساء - رکوع ۱۶)	ہمنے ہی لے رسول حق و حکمت کیساتھ تجھپر کتاب یعنی قرآن مجید کو نازل کیا ہے تاکہ خدا تعالے کی دی ہوئی بصیرت کے موافق تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے ۔

اب اس جگہ شیطان کے ایک ہمہ گیر فریب کا ذکر نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ عام طور پر مسلمانوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے علاوہ اسلام کو بطور خود الگ مدون فرماکر لوگوں کو اس کی تعلیم دی ہے اور احادیث نبوی میں جسقدر اوامر و نواہی مذکور ہیں وہی اسلام کو مکمل کر دیتے ہیں قرآن مجید اور اس کے اوامر و نواہی کی طرف متوجہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی قرآن مجید کے بغیر بھی دین پورا اور کامل ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ ہندوستان میں مسلمانوں کے بہت سے دینی مدارس ایسے موجود ہیں جنمیں حدیث و فقہ کی تعلیم پر تمام تر ہمت صرف کیجاتی ہے اور قرآن مجید کو نصاب تعلیم سے باہر رکھا گیا ہے ۔ اس طرح عملاً قرآن مجید کو غیر ضروری چیز یا زیادہ سے زیادہ برکت کے لئے فہم و تدبر کے بغیر تلاوت کر لینے اور رمضان کی تراویح میں سننے سنانے کی چیز قرار دیدیا گیا ہے ۔ تعلیم و تربیت اور علم و عمل کے دائرے سے قرآن مجید کو خارج کرکے صرف حدیث و فقہ کی کتابوں کو کافی و وافی سمجھ لیا گیا ہے ۔ اس شیطانی فریب نے یہانتک ترقی کی ہے، کہ بعض لوگوں نے اپنے علماء اور ائمہ فقہ کے اجتہاد و فتاوی ہی کو کافی سمجھکر قرآن مجید کے ساتھ سنت ثابتہ اور حدیث نبوی کو بھی غیر ضروری اور ناقابل التفات ٹھہراکر اپنی ساری ہمتیں صرف قیاس و اجتہاد کی کتابوں اور فتاوی کے ذخیروں تک محدود کر دیں اور اسکو اسلام اور علم و دین قرار دے لیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قرآن مجید ہی کی تبلیغ کی اور قرآن مجید ہی کی طرف لوگوں کو بلایا اور قرآن مجید ہی کو دستور العمل زندگی بنایا ۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ط (المائدہ۔ رکوع ۷)

اے رسول خدائے تعالے نے جو کتاب تجھپر نازل کی ہے اسی کے مطابق لوگوں میں حکم دے اور انکی خواہشوں کی پیروی نکرنا اور ان کے داؤں گھات سے چوکس رہ کہ خدا کی نازل فرمودہ کتاب کے کسی حکم سے یہ لوگ تجھکو بھٹکا نہ دیں۔

اور فرمایا

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدہ۔ رکوع ۱۰)

اے رسول تجھپر جو احکام تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں لوگوں کو پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تو نے کوئی پیغام بھی لوگوں کو نہیں پہنچایا۔

اور فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ (المائدہ۔ رکوع ۷)

اور جو کوئی خدا تعالے کی نازل کی ہوئی کتاب (قرآن مجید) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ ظالم یعنی گنہگار و نافرمان ہیں۔

اور فرمایا

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ط وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۵ (بنی اسرائیل۔ ۵)

اور ہمنے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا تاکہ یہ لوگ کسیطرح سمجھیں مگر اس سے ان کی نفرت ہی بڑھتی گئی۔

اور فرمایا

قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ج هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۵ (الاعراف۔ رکوع ۲۴)

اے رسول کہدے کہ میں تو صرف اسکی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھپر وحی کیا جاتا ہے یہ روشنیاں ہیں تمہارے رب کیطرف سے اور ہدایت و رحمت ایمان لانیوالوں کیلئے۔

اسی قسم کی اور اس سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرنیوالی آیتیں سیکڑوں کی تعداد میں قرآن مجید سے نقل کی جا سکتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قرآن مجید کو جو خدائے تعالے کی طرف سے بندوں کو پہنچانے کے لئے نازل ہوا تھا لوگوں تک پہنچایا سمجھایا اور اسپر خود عمل کر کے دکھایا۔ اور لوگوں سے اسپر عمل کرا کر ان کو سعادت اور حقیقی مقصود ری تک پہونچایا۔

کسقدر صاف اور واضح حقیقت ہے کہ شریعت کا دار و مدار صرف خدائے تعالٰے پر ہے۔ خدائے تعالٰے ہی حاکم حقیقی ہے اسی نے اپنے احکام دیکر تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا اور اسی نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادیٔ کامل بناکر اور اپنا کامل ہدایت نامہ (قرآن مجید) دیکر بھیجا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنے احکام کی تعمیل کا مکلف بنایا۔ اور ہادی کامل کے نمونہ اور اسوۂ حسنہ کی اتباع کو ضروری ٹھہرایا۔

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ	جسنے رسول کا حکم مانا اُسنے اللہ ہی کا حکم مانا۔

(النساء - ۱۱)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر خدائے تعالٰے کے نائب ہیں اور وہی نوع بشر کے امام اعظم اور پیشوا ہیں اور انھوں نے خدائتعالٰی کے احکام (قرآن مجید) بلاکم و کاست انتہائی احتیاط کے ساتھ لوگوں تک پہنچائے ہیں۔

اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ یَقُصُّ الۡحَقَّ وَ ہُوَ خَیۡرُ الۡفٰصِلِیۡنَ ۝ (انعام - رکوع ۷)	اللہ کے سوا اور کسی کا بھی اختیار نہیں وہ حق بیان فرماتا اور وہی سب فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر فیصلہ کرنیوالاہے

پس معلوم ہوا کہ دین کی اساس اور بنیاد کتاب الٰہی ہے۔ سنت نبوی اسکی تفسیر و تشریح اور صحیح تعبیر ہے لیکن کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کے بغیر تو اسلام اسلام ہی نہیں رہتا اور جب قرآن مجید کے ساتھ سنت نبوی اور احادیث نبوی کو بھی پس پشت ڈالدیا جائے تو پھر جو کچھ بھی باقی رہیگا اسکو اسلام کے نام سے کس طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے؟ اُسکا تو کچھ اور ہی نام ہونا چاہیئے۔ شاید اسی لئے لوگوں نے اپنے اپنے مولویوں، پیروں اور استادوں کے نام پر الگ الگ جتھے قایم کرکے اپنے اپنے مذاہب و مسالک کے الگ الگ نام بھی رکھ لئے ہیں اور انھیں ناموں سے خوش بھی ہوتے ہیں اور صرف مسلم کہلانا پسند نہیں کرتے جب تک کہ ان کی گروہ بندی اور جتھے بندی کا بھی حوالہ نہ دیا جائے۔

کتاب الٰہی اور سنت نبوی کو دو متغائر یا مختلف چیزیں سمجھنا نہایت سخت غلطی ہے جس طرح کہ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کو دو الگ الگ اطاعتیں سمجھنا حماقت ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی ایسی حدیث پیش کرے جو قرآن مجید کے کسی حکم اور تعلیم کے مخالف

و متضاد ہو تو اس حدیث کو بلا خوف رد کر دیا جائیگا اور اسکو وضعی یعنی جھوٹی حدیث سمجھا جائیگا اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شان سے یہ سراسر بعید اور قطعاً محال ہے کہ وہ حکم الٰہی کے مخالف و متضاد کوئی حکم دیں اور اسلئے بھی کہ قرآن مجید یقینی علم ہے اور حدیث ظنی۔ ہاں! یہ احتیاط ضروری و لازمی ہے کہ حدیث نبوی کو مخالف قرآن قرار دینے میں کسی نادانی، حماقت اور جاہلانہ جلد بازی کو تو دخل نہیں دیا گیا اور غور و تدبر اور تحقیق و تفتیش میں تو کوتاہی نہیں برتی گئی۔ اسی طرح ضرورت کے وقت علمائے ربانی اور قرآن و حدیث کے زیادہ جاننے والوں کے قیاس و اجتہاد سے فائدہ اٹھانا بھی ہرگز خدا اور رسول کی اطاعت کے منافی و مخالف نہیں ہے بلکہ خدا و رسول ہی کے حکم کی تعمیل ہے۔ علماء خدا و رسول ہی کے احکام معلوم کرنے چاہئیں نہ خود ان علماء کے اپنی طرف سے تجویز کردہ احکام یہ تو کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہو سکتا کہ کتاب و سنت کو ناقابل التفات چیز ٹھہرا کر اور علماء کے قیاس و اجتہاد ہی کو اصولی اور حقیقی چیز قرار دیکر تدبر فی القرآن کا دروازہ مقفل کر دیا جائے اور علماء کے قیاس و اجتہاد کو قرآن مجید کا قائم مقام بنا کر اور خود اپنے دلوں پر بھی قفل لگا کر ضرورت قرآن سے حقیقتاً انکار کر دینا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھ لیا جائے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ (محمد۔ رکوع ۳) | کیا یہ لوگ مطالب قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ گئے ہیں۔

علماء سے اجتہاد میں غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں لہذا ان کے اجتہاد و فتاویٰ کو کتاب اللہ کی طرح اصولی چیز ہرگز نہیں مانا جا سکتا۔ محض جتھے بندی اور ہجر قرآن کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے اپنے ائمہ و علماء کے اجتہاد و قیاس کو اصولی چیز اور مقیس علیہ قرار دیکر قیاس پر قیاس کرنا شروع کر دیا اور کتاب و سنت سے بمراحل دور ہو کر اپنے دلوں کو سخت اور سیاہ بنا لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۝

دین کا سیکھنا بہت آسان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ چنانچہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دین کے سیکھنے میں کوئی دشواری اور مشکل پیش نہیں آئی۔ صحابۂ کرام ؓ جس اعلٰے

درجہ کے اشراف قریش اور عرب کے مشہور ذہین و ذکی و مدبر لوگ بھی شامل تھے اور معمولی طبقے کے بدوی، غلام اور مزدوری پیشہ حضرات بھی جو اسلام لانے کے بعد سب کے سب ہی عالم بشریت کے لئے مقتدا، و پیشوا اور نجم ہدایت بن گئے۔ اُن میں سے کسیکو بھی دین کے سیکھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ وہ قرآن مجید کو پڑھتے اور سنتے اور ساتھ ہی اسپر عمل بھی کرتے تھے۔ رسول اللہ صلعم کا اولین فرض دین اور قرآن مجید کا سکھانا تھا اور آپ ہی کے طرزِ عمل کو پیش نظر رکھکر صحابۂ کرام رضنے دوسروں کو قرآن مجید اور اسلام سکھایا ان کو بھی دین اسلام کے سکھانے اور قرآن مجید کے سمجھانے اور اسپر عمل کرانے میں کوئی وقت پیش نہیں آئی۔ اس ابتدائی زمانہ یعنی خیر القرون کے مسلمان بہترین مسلمان تھے۔ اور ان کا اسلام بہترین اسلام تھا۔ یہ لوگ خود قرآن مجید اور سنت نبوی پر عمل کرتے اور جن کو اسلام سکھاتے انسے بھی عمل کراتے اور کسیکو کوئی دشواری پیش نہ آتی۔ اسلام عمل کرنے کے لئے نہایت ہی آسان مذہب ہے۔ وہ لوگ نہ آجکل کے فقہی مباحث اسے آشنا تھے نہ ہزار ہا فقہی اصطلاحات اور موشگافیوں سے کوئی واسطہ رکھتے تھے نہ انکے پاس منطق و نحو کی کتابیں تھیں نہ فلسفہ و علم کلام کے دفتر انھوں نے کھنگالے تھے۔ ان کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی کتاب نہ تھی اور سنت رسول کے سوا وہ کسی چیز کے محتاج نہ تھے۔ جسدن سے لوگوں نے کتاب الٰہی اور سنت نبوی سے بغاوت اختیار کی اور نئی نئی شرطیں اور نئی نئی چیزیں گھڑ کر اسلام کے لئے ضروری قرار دیدیں اسی دن سے دین کا سیکھنا دشوار اور مشکل کام ہوگیا اور اس آسان دین کو مشکل اور دشوار تر بنادیا گیا۔ قرآن مجید کو بتدریج سرکاتے سرکاتے اور ہٹاتے ہٹاتے پس پشت پہنچادیا۔ اور لپنے اپنے بزرگوں اور استادوں کے انسانی کلام اور انسانی کلمات اور انسانی مصنوعات کو اصل دین قرار دیکر سرچشمہ بنا لیا گیا جسکا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ بہت سے جتھے اور فرقے اور گروہ پیدا ہوگئے اور وہ دین جو توحید کامل سکھانے اور وحدت انسانی قایم کرنے آیا تھا منبع اختلاف و مخزنِ شقاق و افتراق بنگیا۔ ہر فرقے اور ہر جتھے نے اپنی فوقیت ثابت کرنے کے لئے ہزار ہا کتابیں لکھ ڈالیں اور ہزار ہا

جدید اصطلاحیں ایجاد کرلیں اور ایک ایسی چیز کا نام علم دین رکھا گیا جسکو دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ قرآن مجید میں تدبر کرنیکی آجکل کے عالموں اور مفتیوں کو کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی فقہی مجادلات اور موشگافیوں میں عمریں صرف کرنے کے بعد بھی یہ لوگ اسلام اور حقیقتِ اسلام سے کوسوں دور و مہجور ہی رہتے ہیں۔ مدرسہ سے سر پر دستارِ فضیلت باندھے ہوئے نکل آتے ہیں لیکن تعلیمِ قرآنی اور اخلاقِ نبوی سے ان کا قلب بالکل خالی اور دماغ بالکل کورا ہی رہتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

صحابہ کرامؓ میں بعض ایسے ایرانی و رومی و حبشی حضرات شامل تھے جو اسلام لانے سے پہلے ہی عربی زبان سمجھ سکتے تھے لیکن انھوں نے عربی زبان سیکھنے کے لئے صرف و نحو کی کتابیں نہیں پڑھی تھیں نہ اس زمانہ میں ان کتابوں کا وجود تھا نہ معانی و بلاغت و بدیع کے فنون ایجاد ہوئے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین میں تو بڑی ہی عظیم الشان تعداد غیر عرب لوگوں کی شامل تھی۔ اور یہ سب لوگ دین کے بہترین عالم اور برگزیدگان الٰہی میں سے تھے۔ ان غیر عرب بزرگوں کے متعلق ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے اول عربی زبان سیکھنے میں پندرہ پندرہ اور بیس بیس سال تک صرف و نحو کی کتابیں رٹیں اور بیان و معانی کے کورس ختم کئے اور منطق و فلسفہ کے دقائق اور زواہد ثلاثہ حل کر لینے کے بعد سندیں حاصل کرلیں۔ تب ان کو قرآن مجید کے پڑھنے اور اسمیں تدبر کرنیکی اجازت دی گئی تھی۔ بلکہ انھوں نے تو شروع ہی سے قرآن مجید کا سمجھنا اور ساتھ ہی اسپر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ مادری زبان کے سوا ہر ایک دوسری زبان کے سیکھنے میں محنت ضرور برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن عربی زبان بالخصوص قرآن مجید کی زبان تو اسلام سیکھنے کے ساتھ ہی ساتھ ہر مسلمان تھوڑی سی توجہ اور معمولی سی محنت کو کام میں لاکر سیکھ سکتا ہے۔ اور صدر اسلام کے غیر عرب مسلمانوں نے اسی طرح سیکھی تھی ہر مسلمان کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ اور الحمد شریف یاد کرنے کے ساتھ ہی ان کے معانی بھی یاد کرنے پڑتے ہیں۔ پھر نماز کی تمام دعائیں اور قرآن مجید کی چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کرنا اور ان کا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔ السلام علیکم اور وعلیکم السلام سے لیکر جمعہ کے خطبہ

مسنونہ اور خطبۂ نکاح تک کا ترجمہ ومطالب ہر مسلمان کو جاننا چاہیئے۔ رات کو سوتے وقت آیتہ الکرسی سورۂ بقر کے خاتمہ کی آیتیں۔ صبح سو کر اٹھنے کی دعائیں۔ پاخانہ میں جانے اور وہاں سے فارغ ہو کر نکلنے کی دعائیں۔ مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کی دعائیں۔ نمازوں کے بعد کی دعائیں غرض ہر ایک عامی مسلمان کو بھی عربی زبان کے بکثرت جملات اور قرآن مجید کی بہت سی آیات زبانی یاد ہوتی ہیں اور ان کے معانی ومطالب سے بھی اسکا آگاہ وواقف ہونا لازمی ہے۔ پھر کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اسکے لئے اور ترقی وکوشش کر کے سارے قرآن مجید کا پڑھنا اور سمجھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ یا قرآن مجید کا سمجھنا ایسا دشوار اور کٹھن کام ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی دوسرا مشکل کام نہیں اور اس لئے مسلمانوں کو سب کچھ پڑھنا اور سیکھنا چاہیئے مگر قرآن مجید کے سمجھنے اور اسمیں تدبر کرنے کا نام بھی نہیں لینا چاہیئے۔ فیا للعجب۔

کن کن لوگوں نے اور کیوں مسلمانوں کو قرآن مجید سے دور ومہجور رکھنے کی کوشش کی ہے اسکا حال اصل کتاب میں آئیگا۔ میں اسوقت اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو خود قرآن مجید کا فیصلہ اس معاملہ میں معلوم کرنا ہو کہ وہ کسقدر آسان کتاب ہے اور اسکا سمجھنا اور اسپر عمل کرنا بہت ہی آسان ہے وہ برخوردار مولوی محمد ادریس خاں کا مصنفہ رسالہ موسومہ لا الہ الا اللہ ملاحظہ فرمائیں جسمیں ایک فصل کا عنوان ہے کہ "کیا واقعی قرآن مجید کا سمجھنا سخت دشوار ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کی تعلیم دیتا اور قرآن مجید کی تعلیم پاتا ہے۔ (رواہ احمد)

اس لئے کہ قرآن مجید اپنے رنگ میں رنگین کر کے دین ودنیا کے انتہا مات بنا تا اور وحدت ومرکزیت پیدا کرتا ہے اور افتراق وشقاق کے تمام دروازوں کو بند کر کے نوعِ انسان کو اسکی سعادت تک پہنچا دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ "اس قرآن ہی کے ذریعہ خدا تعالے قوموں کو رفعت وبرتری عطا کرتا اور جو اس قرآن کو چھوڑ دیتے ہیں انکو ذلت وپستی میں ڈالدیتا ہے" (رواہ مسلم)

پھر فرمایا کہ "ماہر بالقرآن ہمراہ سفرۃ کراماً بررہ کے ہوگا" (رواہ البخاری) پھر فرمایا کہ "جو کوئی قرآن مجید کو اپنا امام بنالیتا ہے قرآن اسکو جنت کی طرف کھینچکر لیجاتا ہے اور جو کوئی اسکو پس پشت ڈالدیتا یعنی اس کی طرف سے بے التفاتی و غفلت اختیار کرتا اور اسپر عمل نہیں کرتا وہ اسکو دوزخ کی طرف لیجاتا ہے" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) پھر فرمایا "جسنے قرآن مجید پڑھا اور اسپر عمل کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائیگا جسکی روشنی سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی لہذا اسکی نسبت خود غور کرلو جس نے اس پر عمل کیا" (رواہ ابو داؤد) پھر فرمایا "سب سے بہتر لوگ میری امت کی حاملان قرآن اصحاب لیل ہیں" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) پھر فرمایا "قرآن مجید کو پڑھو اور اس پر عمل کرو اور قرآن سے روگردان نہ ہو اور اسمیں غلو نہ کرو اور قرآن کے ذریعہ سے نہ کھاؤ اور زیادتی نہ کرو" (رواہ احمد و الطبرانی) پھر فرمایا "جو شخص قرآن مجید پڑھے اسکو چاہیئے کہ اللہ سے مانگے قریب ہے کہ ایسے لوگ آئینگے جو قرآن پڑھکر لوگوں سے سوال کرینگے" (رواہ الترمذی) ہمارے زمانہ کے حافظوں کو جو روپیہ ٹھہراکر تراویح میں قرآن سناتے ہیں عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ "جس نے قرآن پڑھکر لوگوں سے روزی طلب کی وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئیگا کہ اسکے منہ پر ہڈیوں کے سوا گوشت بالکل نہ ہوگا" (رواہ البیہقی)

اگر قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے میں کچھ مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے تو وہ محنت اور مشکلات ہرگز ہرگز ناقابل برداشت اور مالا یطاق نہیں ہیں اور قرآن مجید کے ترجموں اور تفسیروں کی موجودگی میں تو یقیناً آسانی سے تبدیل ہوچکی ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور خود خدائے تعالےٰ نے ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا فرض ٹھہرادیا ہے اور قرآن مجید کے علم سے زیادہ کوئی دوسرا علم ضروری بھی نہیں ہوسکتا تو حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے زمانہ کے نام نہاد علماء اور عالم نما جاہلوں کو اسبات کی جرأت کس طرح ہوئی کہ انھوں نے لوگوں کو قرآن مجید سے دور و مہجور رکھنے کے لئے پہرے بٹھادئیے اور اپنے عماموں، جبوں اور فضیلت کی سندوں کو ملکیت علم دین کی دستاویزیں

بناکر باوجود اسکے کہ خود حقیقت دین اور علم دین سے جاہل ہوتے ہیں باقی تمام مسلمانوں کو بھی جاہل و غافل رہتے پر رضامند اور مجبور کردیا اور جسطرح ہندؤں میں برہمنوں کی قوم نے اپنے مذہبی علوم کو اپنی جاگیر بناکر باقی ہندو قوم کو مذہبی اعمال و عبادات میں اپنا دست نگر بنالیا ہے اسی طرح انھوں نے بھی اپنی جاگیر اور نمبرداری محفوظ کرلینے کی نامعقول و ملعون کوششیں کرکے عام مسلمانوں کو حقیقتِ اسلام سے بہت دور ڈال دیا ہے۔

۱۵ ر نومبر ۱۹۳۵ء

اکبر شاہ خاں
نجیب آباد

عِلم اور علماء

علم کے معنے ہیں کسی چیز کا مع اسکی حقیقت کے ادراک ہونا۔ علم کی ایک تقسیم نظری اور عملی ہے۔ نظری وہ علم ہے جو ادراک کے بعد کامل ہوجاتا ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے بعد کسی عمل کی حاجت نہیں رہتی مثلاً توحید باری تعالےٰ کا علم۔ فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں کا علم ایسے ہی اور باتوں کی شناخت جو کسی عمل کی محتاج نہیں۔ عملی وہ علم ہے جو بغیر عمل میں آئے کامل نہیں ہوتا جیسے عبادات نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ کا علم یہ اسوقت تک مفید نہیں جب تک عمل نہ کیا جائے۔ علم کی ایک اور تقسیم عقلی اور سمعی ہے۔ عقلی وہ جو غور وفکر سے حاصل ہوتا ہے اور سمعی وہ جو سماعت سے حاصل ہوتا ہے۔ اصطلاحِ شرع میں علم سے مراد کتاب وسنت کا علم جو ادراک و عمل و عقل و سمع ہر ایک اعتبار سے حاصل ہو خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۵ (الزمر۔ رکوع ۱)	اے رسول ان لوگوں سے کہو کہ کہیں علم والے اور وہ جو بے علم ہیں برابر ہوسکتے ہیں؟

پھر فرمایا کہ

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ (المائدہ۔ ۱۳)	اے رسول ان لوگوں سے کہو کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہو سکتے۔

پھر فرمایا کہ

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ (الحشر۔ رکوع ۳)	وہ لوگ جو دوزخی ہیں اور وہ جو جنتی ہیں دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

پھر فرمایا کہ

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ط وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ط (فاطر۔ رکوع ۳)	اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ آیات میں خدائے تعالیٰ نے سات چیزوں کی سات چیزوں پر فضیلت کا ذکر فرمایا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے علمائے قائم بالحق کا قول ہے کہ علم طیب، جنت، بصارت، نور، ظل، حیات ان ساتوں چیزوں سے مراد علم ہی ہے اور ان کے متقابل جن سات چیزوں کا نام لیا ہے ان ساتوں سے مراد جہل ہے۔ اور ساتوں مثالوں میں حقیقتاً علم و جہل کی مساوات کی نفی بیان فرمائی ہے اور قرآن مجید میں بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دینے کا جو ذکر فرمایا ہے کہ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ تو اس فضیلت و برتری کا سبب بھی علم ہی ہے چنانچہ سات نبیوں کی فضیلت صراحتہً بہ سبب علم ہی بیان فرمائی ہے۔ آدم علیہ السلام کو علم لغت و علم صفات اشیاء کی وجہ سے فضیلت دی۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ۔ ۴)	اور آدمؑ کو سب چیزوں کے نام یعنی صفات بتا دئے

حضرت خضر علیہ السلام کو علم فراست کے سبب فضیلت حاصل ہوئی۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکہف۔ ۹)	اور ہم نے اپنی طرف سے اسکو ایک خاص علم سکھایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر کے سبب فضیلت حاصل ہوئی۔

وَعَلَّمْتَنِي مِن تَاوِيلِ الْاَحَادِيثِ ج (یوسف-۱۱)	اور مجھکو خواب کی باتوں کی تعبیر بیان کرنی بھی سکھائی

حضرت داؤد علیہ السلام کو علم صنعت کے سبب فضیلت عطا ہوئی ۔

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ ۵ (الانبیاء-۶)	اور اسکو ہمنے تم لوگوں کے لباس جنگ یعنی زرہ کا بنانا سکھایا

حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم منطق الطیر کے سبب فضیلت ملی ۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (نمل-۲)	انھوں نے کہا لوگو ہمکو خدا کیطرف سے پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم توریت و انجیل کے سبب فضیلت حاصل ہوئی ۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيلَ ۵ (آل عمران- رکوع ۵)	اور خدا اسکو کتاب اور دانائی اور خاصکر توریت و انجیل سکھادیگا ۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جمیع علم اسرار و جمیع علوم عالیہ کے سبب فضیلت حاصل ہوئی

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط (النساء- رکوع ۱۷)	اور تجھکو اے رسول ایسی باتیں سکھادی ہیں جو پہلے تجھکو معلوم نہ تھیں

علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ ان سات علموں نے ان سات نبیوں کے ساتھ عجیب نتائج ظاہر کئے ۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے علم کیوجہ سے مسجود ملائک بنے ۔ حضرت خضر علیہ السلام اپنے علم کیوجہ سے موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کے استاد و معلم بنے ۔ حضرت یوسفؑ اپنے علم کے سبب قید خانہ سے نکل کر ملک مصر کی وزارت عظمیٰ اور حکومت پر فایز ہوئے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے علم کے سبب سلطنت و بادشاہت تک پہونچے ۔ حضرت سلیمانؑ نے ملک سبا کی ذی اقتدار صاحب تخت و تاج اور مالک جاہ و حشم ملکہ کو اپنا محکوم بنایا حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنی ماں سے تہمت کو دور کیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت و خلافت و شفاعت عظمیٰ کے ساتھ سرافراز ہوئے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے مرد ہو خواہ عورت ۔ امام غزالی رحمہ نے اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے اس سوال کا سب سے بہتر جواب دیا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جسکے سیکھنا اور حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے ۔ اس کے مفصل بیان

کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کے حسب حال علوم کا سیکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ مثلاً جو کافر مسلمان ہوا یا جو مسلمان کا لڑکا بالغ ہوا اسپر سب سے پہلے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے معانی ومطالب کا جاننا فرض ہو جاتا ہے۔ توحید ورسالت کے متعلق صحیح عقائد کا تسلیم وقبول کرلینا۔ خدا اور رسول۔ قیامت۔ دوزخ وجنت۔ حشر ونشر اور خدائے تعالیٰ کی سب صفتوں کا مان لینا ضروری ہے۔ علم کے اس حصہ کو عقائد کہتے ہیں۔ عقائد دل سے تعلق رکھتے ہیں اور اعمال جوارح سے۔ عقائد کے بعد اعمال کے علم کی دو قسمیں ہیں ایک اوامر کا علم دوسرے نواہی کا۔ مسلمان ہونے کے بعد ظہر کا وقت آیا تو اسپر نماز کا سیکھنا اور ضروری طہارت کا علم حاصل کرنا فرض ہو گیا۔ اسکے بعد جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو اسپر یہ جاننا کہ مغرب کی نماز تین رکعتیں ہیں فرض ہو جاتا ہے۔ جب رمضان آئے تو روزہ کے متعلق علم حاصل کرنا۔ اگر سونے کے بیس دینار اس کے پاس ہیں اور سال بھر اسپر گزر گیا تو زکوٰۃ کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ گونگے پر زبان کے گناہوں سے واقف ہونا فرض نہیں۔ اسی طرح اندھے پر بدنظری کے گناہ اور دیکھنے کے متعلق احکام سے مطلع ہونا فرض نہیں لیکن جو آنکھیں رکھتا اور دیکھ سکتا ہے اسپر فرض ہے وقس علیٰ ھذا۔ جو آدمی کوئی پیشہ کرتا ہے اس پیشہ کے متعلق علم حاصل کرنا بھی اسپر فرض ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی سوداگر ہے تو سود کے مسائل اور بیع کی شرطیں معلوم کرنا فرض ہے۔ اسی طرح نواہی کا علم بھی فرض ہے اور وہ بھی ہر شخص کی حالت کے موافق مختلف ہے۔

جو کام دل سے تعلق رکھتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم دل کے حالات سے تعلق رکھتی ہے اور ایک اعتقادات سے۔ اعتقادات کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ دل کے حالات سے تعلق رکھنے والی باتوں کی مثال یہ ہے کہ آدمی کو اسبات کا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ ریا۔ کینہ۔ حسد۔ تکبر۔ بدگمانی اور اس قسم کی چیزیں حرام ہیں۔ ان سب کا جاننا ہر شخص پر فرض عین ہے۔ اسلئے کہ کوئی شخص ان بیماریوں سے خود بخود خالی اور پاک نہیں رہ سکتا ان کے علاج کا علم ضروری ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بیع ورہن وقرض وطلاق وغیرہ معاملات کا علم جو فقہ میں مذکور ہے فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے۔ یہ اسی پر فرض ہے جو ایسے

معاملات سے تعلق رکھنا چاہتا ہو ہر ایک پر فرض نہیں لیکن علم کی وہ قسم جو اعتقادات اور دل کے حالات سے تعلق رکھتی ہے ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور علم حاصل کرنے سے کوئی مسلمان بے احتیاج نہیں ہو سکتا۔

آگے چلکر امام صاحب نے ان لوگوں کے اقسام بیان فرمائے ہیں جو علم ہی کو اپنا پیشہ بنائیں اور علم کے سوا اور کوئی شغل اپنی معاش حاصل کرنے کے لئے اختیار نہ کریں اور تمام تر ہمت وکوشش حصول علم ہی میں مرکوز رکھیں۔" ان میں پہلی قسم اُن لوگوں کی ہے۔ جو میراث پانے کے سبب مالدار اور روزی کی طرف سے مطمئن ہیں دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے۔ جو قانع ہیں اور تنگی و تنگدستی اور فقر و فاقہ کو بکشادہ پیشانی اور بخوشی برداشت کر سکتے ہیں تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنکو مسلمان بھائیوں کے ہاتھ سے بلا طلب جائز اور حلال طریقہ سے عزت کے ساتھ روزی بہم پہونچ جاتی ہے۔ ان تینوں کے لئے طلب علم میں مصروف رہنا سب کاموں سے بہتر ہے۔ چوتھا وہ شخص ہے جو معاش نہ رکھتا ہو اور اُسے طلب علم سے دنیا حاصل کرنا مقصود ہو اور بادشاہی روزینہ کے سوا جو حرام یا ظلم سے ہو یا لوگوں سے لینے کے سوا جو یا ذلت کے ساتھ ہو اور کوئی معاش کی صورت نہ ہو یا جس کسی کو طلب علم سے جاہ و مال مقصود ہو تو ایسے شخصوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ جو علم فرض عین ہے اس سے فارغ ہوکر کسب و ہنر اور دستکاری وغیرہ سیکھیں ورنہ ایسا آدمی دوسرے آدمیوں کے لئے شیطان ہو جائیگا۔ اس کے سبب سے دوسرے لوگ تباہ اور سخت گمراہ ہونگے جو جاہل اسے حرام کا مال لیتے اور حیلے اور تاویلیں کرتے دیکھیگا دنیا کے حاصل کرنے میں اسکی اقتدا کریگا اور صلاحیت کی نسبت ضلالت لوگوں میں بہت پھیل جائیگی ایسے عالم جتنے کمتر ہوں بہتر ہے (میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس موجودہ زمانہ میں عالم علم دین کہلانیوالونمیں فی صدی ننوانوے ۹۹ تعداد ایسے ہی جاہ طلب اور دنیا طلب لوگوں کی ہے جنکی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے عالم جتنے کمتر ہوں بہتر ہے اور اسی لئے مسلمان تباہ اور سخت گمراہ نظر آتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون) آدمی کو چاہیئے کہ دنیا کو دنیا کے کاموں سے طلب کرے اور خدا کا نام خدا ہی کے واسطے لے۔ دین کے کاموں سے دنیا تلاش نہ کرے اور گوہر آبدار کو نجاست میں آلودہ نہ ہونے دے"

پھر آگے چلکر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ " اس زمانہ کے علماء دنیا کے عالم ہیں یا دین کے اور لوگوں کو اُن کی حالت دیکھکر فائدہ ہوتا ہے یا نقصان اسپر غور کرنا چاہیئے۔ یہ لوگ ہرگز دین کے عالم نہیں ہیں اور ان کے حالات دیکھکر دین کے اعتبار سے مخلوقِ خدا کو نقصان ہی پہونچتا ہے۔ ہاں! اگر عالم متقی و پرہیزگار ہو اور ایسے علوم پڑھاتا ہو جنمیں دنیا کے غرور و فریب سے ڈرنے کا بیان ہو تو ایسے عالم کی صحبت موجبِ منفعت ہے بلکہ اسکی زیارت موجب سعادت ہے۔ آدمی اگر وہ علم سیکھے جو مفید ہے تو سبحان اللہ یہ سب کاموں سے بہتر ہے اور مفید وہ علم ہے جس سے عقبیٰ کی عظمت اور آخرت کے سنکڑوں اور دنیاداروں کی حماقت کے حالات معلوم ہوتے اور کبر۔ ریا حسد عجب حرص حب دنیا کی آفت اور اسکا علاج پہچانتا ہے۔ یہ علم دنیا کے لالچی کے حق میں بھی ایسا ہے جیسے پیاسے کے حق میں پانی اور بیمار کے حق میں دوا۔ دنیا کا لالچی جب فقہ اور خلافِ مذہب علوم مثلاً منطق و فلسفہ۔ علم کلام اور علمِ ادب وغیرہ جن سے دنیا کی حقارت ذہن نشین نہیں ہوتی پڑھیگا تو اسکی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی بیمار ایسی دوا کھائے جس سے بیماری اور بڑھ جائے۔ اسواسطے کہ یہ علوم اکثر حسد۔ ریا۔ فخر۔ عداوت۔ خودآرائی۔ مکر۔ حب جاہ و دولت کا تخم دل میں بوتے ہیں اور جسقدر زیادہ پڑھیئے اسیقدر یہ اوصاف ناپسندیدہ دلمیں زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اگر آدمی ایسے لوگوں سے مصاحبت رکھے جو فقیہ ہونیکا دعوے کرتے ہیں اور علوم خلاف مذہب میں مشغول رہتے ہیں تو ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ اگر کبھی اس امر سے توبہ بھی کرنا چاہیئے تو اسپر توبہ کرنی دشوار ہوتی ہے "

علم سے مراد درحقیقت علم دین ہی ہے جو متعلق ہے کتاب و سنت سے پھر اسکے بھی دو حصے ہو سکتے ہیں ایک مبادی دوسرے مقاصد۔ مبادی وہ علم ہے جسپر معرفت کتاب و سنت کی موقوف ہو مثلاً لغت و صرف و نحو جس سے قرآن مجید و احادیث نبوی کا مطلب سمجھ میں آسکے یا ایسے شفیق و متقی استاد کی تلاش جو قرآن مجید و احادیث نبوی کا صحیح ترجمہ سنا سکے وغیرہ۔ مقاصد وہ علم ہے جو اعمال و اخلاق و اعتقادات سے متعلق ہے۔ اب جو شخص صرف مبادی ہی میں اپنی تمام عمر اور پوری ہمت صرف کر دے اور مقاصد تک نہ پہونچے۔ اور

اعمال واخلاق واعتقادات کی تعمیر و اصلاح کا موقع نہ پاسکے وہ خسران زدہ و زیان رسیدہ اور سخت بدنصیب ہے۔ اگر کوئی شخص اردو لکھنا پڑھنا جانتا ہے اور قرآن مجید کی اردو تفسیر اور اردو ترجمہ اسکو دستیاب ہوسکتا ہے اور عربی لغت اور صرف و نحو پڑھنے اور عربی زبان میں بقدر ضرورت دستگاہ حاصل کرنیمیں اسکو آسانی نہیں اور کئی سال صرف کئے بغیر ضروری مہارت حاصل کرنے کا یقین نہیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اردو ترجموں اور اردو تفسیروں کے ذریعہ اول قرآن مجید کے مطالب و احکام سے واقفیت بہم پہنچانے میں کوتاہی اور تامل نہ کرے اور عربی زبان کے سیکھنے کی کوشش بھی جاری رکھے لیکن اگر وہ عربی صرف و نحو کے سیکھنے اور ادبی قابلیت بہم پہنچانے میں مصروف ہوکر قرآن مجید اور احادیث نبوی کے اوامر و نواہی معلوم کرنے سے بے پروا اور ان احکام کی تعمیل سے غافل رہا تو کوئی عذر اسکا جناب الٰہی میں مسموع و مقبول نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اصل مقصود اعمال و اخلاق و اعتقادات کا سدھارنا تھا محض زبان عربی کا جاننا نہ تھا اگر صرف عربی دانی ہی نجات کے لئے کافی ہوتی تو ابوجہل اور ابولہب سے زیادہ فصیح و صحیح عربی غیر عرب کہاں جان سکتا ہے اور اس زمانہ کا مشہور پادری زویمر اور مصر کے بہت سے عیسائی ہندوستان کے فارغ التحصیل اور سندیافتہ اور سندیں عطا کرنیوالے مولویوں سے زیادہ اچھی عربی بول اور لکھ سکتے ہیں لیکن ان کے اعمال و اخلاق و اعتقادات اسلام اور کتاب و سنت کے خلاف ہیں اور وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اس بیان کی تائید خود قرآن مجید فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۵ (الرحمٰن۔ رکوع ۱)	خدائے رحمان نے قرآن سکھایا انسان کو پیدا کیا اور اسکو بیان سکھایا۔

اس آیت کے متعلق امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ابتداء قرآن کی تعلیم سے فرمائی۔ اس کے بعد خلقت انسان کا ذکر کیا اور اس کے بعد تعلیم بیان کا تذکرہ فرمایا۔ مگر ان دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف کو داخل نہیں کیا۔ حالانکہ عام استعمال کے موافق ان جملوں کی ترتیب اسطرح ہونی چاہیئے تھی خلق الانسان وعلمہ

البیان و علمہ القرآن - کیونکہ ہمارے دیکھنے میں انسان کی پیدائش مقدم ہے۔ اسکے بعد گفتگو کرنا سیکھتا ہے اور اسکے بعد قرآن کی تعلیم دیجاتی ہے۔ لیکن جب تک انسان قرآن کے ساتھ خصوصیت پیدا نہ کرے وہ حقیقتاً انسان نہیں کہا جاسکتا لہذا قرآن سے ابتدا کی اور اسکے بعد خلقت انسانی کا ذکر کیا تاکہ لوگوں کو آگاہی حاصل ہو جائے کہ درحقیقت آدمی کو قرآن ہی کی تعلیم کے ذریعہ انسان بنایا گیا ہے اور اس کے بعد علمہ البیان کا جملہ ذکر کر کے تنبیہ کر دی کہ وہ بیان حقیقی جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے قرآن سے واقفیت بہم پہنچانے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ لہذا اس خاص ترتیب سے حرف عطف (واؤ) کو ترک کر کے آگاہ کے خبردار کر دیا کہ یہ سارا جملہ اپنے پچھلے جملے پر عطف نہیں بلکہ اسکا بدل واقع ہوا ہے اور اسکا مدعا یہ ہے کہ جبوقت تک انسان عبادت کے طریقوں سے آگاہ اور اس سے مخصوص نہ ہوگا وہ انسان نہیں کہلاسکتا اور جب تک اسکا کلام شرع کے موافق نہ ہوگا اس وقت تک اسے بیان نہیں کہینگے"۔

جن کے دل میں قرآن مجید کے ذریعہ علم اور تقرب الہی حاصل کرنیکا جوش ہوتا ہے خدا تعالے ان کے لئے ضرور آسانی پیدا کر دیتا ہے جیساکہ فرمایا

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (العنکبوت - ۷)	اور جن لوگوں نے ہمارے معاملہ میں یعنی ہمارا تقرب حاصل کرنیکی کوششیں کیں ہم ان کو ضرور اپنی راستے دکھائینگے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص کو تحصیل علم کے متعلق مشورہ دیتے ہوئے صحف الغزالی میں لکھا ہے کہ "تم کسی علم کی تکمیل و تحصیل میں مشغول ہونے سے پیشتر یہ سوچ لیا کرو کہ اگر آئندہ ہفتہ میں تمہارا اس جہان سے انتقال ہو جائے تو یہ علم اس دوسرے جہان میں تمہارے کام آئے سو ایسا علم نہ علم عروض ہے نہ انشا نہ علم اختلاف مذاہب نہ اصول نہ علم کلام وغیرہ"۔

اوپر جو کچھ بیان ہوا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم جو ہر شخص پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا اور قرآن مجید ہی دل کی بیماریوں کا صحیح علاج کرتا اور قرآن مجید ہی کے ذریعہ اعتقادات کی صحت کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اصطلاح شرع میں علم قرآن ہی کا نام علم ہے اور جو شخص قرآن مجید کا زیادہ علم رکھتا ہے وہی عالم علم دین

ہے چنانچہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ

(البقرہ ۔ رکوع ۱۴)

یہود بھی اور نصاریٰ بھی اے رسول تجھسے ہرگز رضامند نہ ہونگے جب تک کے تو ان کے مذہب کی پیروی نہ کرے انسے کہدے کہ اللہ کی ہدایت ہی کامل ہدایت ہے اور اگر تو اپنے پاس علم کے آجانے کے بعد انکی گھڑی ہوئی خواہشات کی پیروی کریگا تو پھر تیرے لئے خدا تعالیٰ کی سزا سے بچانے والا کوئی کارساز و مددگار نہ ہوگا۔

اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ خدائے تعالےٰ نے قرآن مجید ہی کا نام علم فرمایا ہے اور قرآن مجید ہی کے جاننے والے اور اس پر عمل کرنیوالے کو عالم کہا جا سکتا ہے نہ اسکے غیر کو۔ پھر فرمایا

وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

(الشوریٰ ۔ ۵)

اسی طرح ہمنے اپنے حکم سے ایک روح یعنی قرآن بذریعہ وحی تیری طرف بھیجا ہے بجالیکہ تو کتاب اور ایمان کسی سے بھی آگاہ نہ تھا لیکن ہمنے اس قرآن کو نور بنا دیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں اسکے ذریعہ سے راستہ دکھلاتے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ اے رسول تو بھی سیدھا ہی راستہ بتاتا ہے۔

اس آیت سے بھی صاف ثابت ہوا کہ علم قرآن مجید اور اسوۂ نبوی ہی ہیں ہے اور عالم وہی ہے جو کتاب و سنت کا جاننے والا ہے۔ قرآن مجید ہی کے ذریعہ خشیت پیدا ہوتی ہے جیساکہ فرمایا

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ

(الحشر ۔ رکوع ۳)

اگر ہمنے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو اسکو دیکھ لیتا کہ وہ خدا کے خوف سے جھک گیا اور پھٹ پڑا ہوتا۔

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

(فاطر ۔ ۴)

خدا تعالےٰ سے تو انکے وہی بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔

افضل عالموں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ (رواہ الترمذی) یعنی فضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت ہے تمہارے ادنیٰ پر۔ پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور سب زمین و آسمان والے یہانتک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہانتک کہ مچھلی دریا میں یہ سب رحمت بھیجتے ہیں انپر جو لوگوں کو علم سکھاتے ہیں"۔

پھر فرمایا کہ "ایک عالم کے بہکانے سے ہزار عابد کا بہکانا شیطان پر آسان ہے" پھر فرمایا کہ "جو شخص مرجائے اس حال میں کہ وہ شخص اسلام کے زندہ کرنے کے لئے طلب علم میں مصروف ہو تو اس کے اور پیغمبروں کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (رواہ الدارمی) پھر فرمایا کہ "علم کا درس رات کی ایک ساعت میں بہتر ہے ساری رات کی شب بیداری سے"، (رواہ الدارمی) (یہاں درس علم سے مراد درس قرآن ہی ہے) پھر فرمایا کہ "جو شخص طلب علم کے لئے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جب کچھ لوگ جمع ہو کر خدا کے کسی گھر میں خدا کی کتاب پڑھتے اور آپس میں خدا کی کتاب کا درس دیتے اور سنتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی اور ان کو خدا کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور خدا کے فرشتے ان کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین کے سامنے ان کا ذکر کرتا اور ان کی خوبی اور اپنا ان سے رضامند ہونا بیان فرماتا ہے"،

(رواہ المسلم)

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی خوفناک بات کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ یہ بات اس وقت ہوگی جب علم دنیا سے جاتا رہیگا میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا علم کیسے جاسکتا ہے ہم سب لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائیگی اور قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہیگا۔ آپ نے یہ سنکر فرمایا اے زیاد تجھکو تیری ماں روئے میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ مدینہ میں تو ایک سمجھدار آدمی ہے۔ کیا یہ یہود و نصاریٰ توریت و انجیل نہیں پڑھتے لیکن توریت و انجیل پر مطلق عمل نہیں کرتے

رواہ الترمذی و ابن ماجہ و احمد و الدارمی - اس حدیث نے صاف طور پر فیصلہ
کر دیا کہ علم قرآن مجید ہی میں ہے اور قرآن مجید کا بھی اگر کوئی شخص عالم ہو اور وہ اس
پر عمل نہ کرے تو وہ بھی درحقیقت عالم نہیں جاہل ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے
کہ ان من العلم جہلا - پھر فرمایا " اَلنَّاسُ عَالِمٌ وَّ مُتَعَلِّمٌ وَّ مَا سِوَاهُمَا هَمَجٌ - یعنی آدمی
صرف دو ہیں ایک عالم اور دوسرا علم حاصل کرنیوالا ان کے سوا باقی سب عوام
کالانعام ہیں ۔

اس فصل میں جو کچھ بیان ہوا اور امام غزالی رحمہ نے جو کچھ تشریح و تصریح فرمائی
سب پر غور کرنے سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ علماء دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صحیح معنوں
میں عالم جنکو علمائے ربانی کہنا چاہئے اور ایک بڑے اور گمراہ نام کے عالم جنکو علمائے سوء
کہا جاتا ہے ۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں ان دونوں قسم کے علماء کا جدا جدا
ذکر آیا ہے ۔ علمائے ربانی کو علم حاصل کرنے اور جس بات کو خود نہ جانتے ہوں دوسروں سے
معلوم کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور وہ جسطرح دوسروں کو علم سکھاتے اسی طرح
دوسروں سے علم حاصل کرنیکے خواہاں رہتے ہیں اور اپنے آپ کو علم حاصل کرنے سے مستغنی
اور کامل العلم نہیں سمجھتے کیونکہ علام الغیوب کے سوا اور کسی کا علم کامل نہیں ہو سکتا اور
ہر جاننے والے سے بڑھکر دوسرا جاننے والا ہو سکتا ہے جیسا کہ فرمایا

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف-۹)	اور دنیا میں ایک جاننے والے سے بڑھکر دوسرا جاننے والا ہے

اور فرمایا

وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (بنی اسرائیل-۱۰)	اور تم لوگوں کو بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود اسکے کہ ایک عظیم الشان اور جلیل القدر نبی تھے یہ
معلوم کر کے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کسی دوسرے بندے کو ایسا علم دیا ہے جو ان کو
حاصل نہیں خود اسی بندے کو تلاش کر کے اس سے کہا کہ

هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (الکہف-۹)	کیا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کر سکتا ہوں کہ جو اعلیٰ درجہ کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ مجھے سکھا دیں ۔

ہُدہُد سے یہ سنکر کہ

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ (النمل - ۲) — مجھکو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے جو آپکو معلوم نہیں ہوا

سلیمان علیہ السلام ناراض نہیں ہوئے۔

قرآن مجید اور علماء

علمائے ربانی کی ایک لازمی شناخت یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کا فہم رکھتے ہیں۔ اور قرآن مجید ہی سے ہر روحانی و اخلاقی بیماری کا علاج تلاش کر سکتے ہیں بخلاف علماء سوء کے کہ وہ قرآن مجید کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ نہ قرآن مجید سے خود نصیحت حاصل کرتے نہ قرآن مجید کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت و نصیحت کر سکتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۝ (العنکبوت - ۴) — اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے سمجھانے کے لئے بیان فرماتے ہیں اور سمجھدار لوگ ہی ان کو سمجھتے ہیں۔

اور فرمایا

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (ق - ۳) — اور اے رسول یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور تو انکو زبردستی مسلمان بنانیوالا نہیں تجھکو تو یہی چاہئے کہ جو شخص ہمارے عذاب سے ڈرتا ہے اسکو قرآن مجید کے ذریعہ نصیحت

اور فرمایا

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الاعراف - رکوع ۱) — لوگو یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اسکی پیروی کرو اور خدا کے سوا اپنے بنائے ہوئے کارسازوں کی پیروی نہ کرو مگر تم لوگ تو بہت ہی کم نصیحت یاب ہوتے ہو۔

اور فرمایا

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل - رکوع ۶) — اور اے رسول ہمنے تجھپر یہ قرآن اسلئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کی طرف جو احکام بھیجے گئے ہیں تو انکو اچھی طرح سمجھا دے اور تاکہ وہ بھی ان باتوں کو سوچیں۔

قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے قرآن مجید ہی کو علم فرمایا ہے جیسا کہ اوپر کی فصل میں سورہ بقر رکوع ۱۴ کی آیت وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَ هُمْ الخ نقل ہو چکی ہے پس جو قرآن مجید سے تعلق نہیں رکھتا وہ عالم کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔

صحیح نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "سب آدمیوں سے بدتر وہ فاجر آدمی ہے جو قرآن مجید کو پڑھتا ہے مگر اس کے احکام میں غور و فکر نہیں کرتا"

علماء سوء کا عام طور پر یہ مقولہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید بھلا کسی کی سمجھ میں آسکتا ہے قرآن مجید کے سمجھنے کو تو بہت سے دوسرے علوم میں اول دستگاہ کامل حاصل کر لینے کی ضرورت ہے پھر بھی ہر ایک عالم کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ حالانکہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ (الکہف ۔ ۱)	ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا اور اسمیں کسی طرح کی کجی و کمی نہیں رکھی بالکل سیدھی بات ہے تاکہ خدا کی طرف سے جو عذاب شدید کافروں کو ہونیوالا ہے اس سے ڈرائے اور مومنوں کو خوشخبری سنائے۔

اور فرمایا

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ؕ (القمر ۔ رکوع ۱)	اور البتہ ہمنے قرآن مجید کو لوگوں کے نصیحت حاصل کرنیکے لئے آسان کر دیا ہے پس کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے۔

خدائے تعالےٰ کے کلام میں بغیر تاکید کے بھی کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس آیت میں تو کئی تاکیدیں موجود ہیں تاکہ قرآن مجید کے آسان ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہ سکے اور للذکر فرما کر کسی کے لئے یہ کہنے کا موقع بھی باقی نہیں رکھا کہ صرف حفظ یاد کرنے کے لئے آسان ہے سمجھنے کے لئے آسان نہیں۔ چونکہ اس مضمون کی آیات پہلے بیان ہو چکی ہیں لہذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولٰینا ولایت علی صاحب عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اول سید صاحب بریلوی نے اپنے ایک رسالہ میں قرآن مجید کے آسان ہونیکے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اسکا ترجمہ بطور خلاصہ ذیل میں درج کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ

"قرآن مجید آں حضرت صلعم اور اُن کے اصحاب کرامؓ پر نازل ہوا تھا اور یہ امی تھے
اور یہی امی یعنی اَن پڑھ لوگ مخاطب بالذات تھے باقی لوگ تو ان کے تابع اور طفیلی ہیں
اور قرآن مجید کی سب مثالیں اور محاورات عرب کے امیوں کے عرف وعادت کے
موافق ہیں اور قرآن مجید کے ساتھ کوئی تفسیر نہیں اتری تھی پس اگر اَن پڑھ لوگوں
کی سمجھ قرآن کے سمجھنے میں کفایت نہیں کرتی تو صحابہؓ کیونکر اسکو سمجھتے اور حکم بجا لاتے
تھے قرآن مجید کو مشکل کہنا آیت وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ
کا منکر ہونا ہے۔ اللہ تعالےٰ اگلے زمانہ کے قاریوں پر رحمت کرے کہ قرآن مجید میں اعراب
دیکر صرف ونحو سیکھنے کی حاجت رفع کر دی اور جن لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے سے
اسکے احکام کا بجا لانا مقصود ہوتا ہے انکی نظر بے فائدہ باریکیوں کیطرف نہیں جایا
کرتی بعض لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے سے اپنے نفس کو باریکیاں نکالنے والے عالموں کے
گروہ میں شامل کرنا مقصود ہوتا ہے عمل کرنا منظور نہیں ہوتا۔ دیکھو جب دنیا
کے حاکموں کے پاس سے پروانہ آتا ہے تو باوجودیکہ اسکا ہر ایک لفظ بہت سی
باریکیوں کا احتمال رکھتا ہے اور اس کے ہر ایک جملہ میں علمی باریکیوں کا ارادہ
کیا جا سکتا ہے لیکن رعایا میں سے کوئی شخص خواہ پڑھا لکھا ہو یا امی سوائے
حکم دریافت کرنے کے دوسری طرف نظر نہیں کرتا کیونکہ مقصود اس پروانہ سے
کام کا انجام دینا اسنے اپنے ذہن میں ٹھہرا لیا ہے بخلاف شعر اور غزل کے کہ
اس سے کسی کام کا بجا لانا مقصود نہیں ہے لہذا ذہین لوگ اسکی عبارت کی
باریکیوں میں فکر دوڑاتے اور ایک کلمہ میں بہت سے مختلف معانی پیدا کرتے
ہیں۔ اور قرآن وحدیث کا ترجمہ اکثر زبانوں میں موجود ہے کہ غیر عرب لوگونکو
الفاظ کے مطالب معلوم کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ دوسری کتابیں
جیسے کافیہ، مطول، کفایہ، ہدایہ، قاموس، کشاف وغیرہ ان کے اقوال میں
اب ذرا غور و تامل کرنا چاہیئے کہ کسقدر ان کی عبارتیں متین اور اشارتیں دقیق
ہیں کہ کامل طور سے ایک کتاب کے سمجھنے میں ایک آدمی کی عمر صرف ہو جاتی ہے

جیسا کہ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن قیامت کے روز تو اسی کتاب وسنت کے متعلق سوال ہوگا دوسری کتابوں کے متعلق نہیں ہوگا۔ یاد رکھو کہ دوسری کتابوں کا دیکھنا یا تو منع ہے یا منفعت سے خالی ہے انسان کو چاہئیے کہ علم ضروری اور غیر ضروری میں فرق اور اعلیٰ کو ادنےٰ سے جدا کرکے جو ضروری اور اعلیٰ ہو اس کو پہلے اختیار کرے بعد اس کے اگر وقت اور موقع پائے تو جس کتاب کی طرف اُسکی طبیعت مائل ہو اسکی سیر کیمیں مشغول ہو"

علماء سوء ہمیشہ قرآن مجید سے کتراتے اور قصے کہانیوں جھوٹی روایتوں یا اپنے بزرگوں اور استادوں کے اقوال کو کتاب وسنت پر ترجیح دینے کے عادی ہوتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میں نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں ایک خاموش یعنی موت اور دوسرا گویا یعنی قرآن مجید" قرآن مجید سے ہجر اور بے تعلقی اختیار کر لینے کے سبب صرف یہی نہیں کہ فہم قرآن کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں بلکہ وہ قرآن مجید کے مخالف بھی ہو جاتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ؁ (الکہف - ۸)

ہم ہی نے انکی بداعمالیوں کے سبب ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ یہ کلام الٰہی کو سمجھ نہ سکیں اور انکے کانوں میں ایک طرح کی گرانی پیدا کر دی ہے کہ اسکو سن نہ سکیں اور اگر تو انکو اس ہدایت کی طرف بلائے تو یہ کبھی ہدایت یاب ہونیوالے نہیں"

اور فرمایا

وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ؁ (الاحقاف - رکوع ۲)

اور جب قرآن مجید کے ذریعہ یہ لوگ ہدایت یافتہ نہ ہو سکے تو اب یہی کہینگے کہ یہ تو ایک قدیمی جھوٹ ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؁ (یونس - ۳)

بلکہ یہ لوگ اس چیز کو جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر انکو دسترس نہیں اور ابھی تک اسکی تصدیق کا موقع ہی انکو پیش نہیں آیا۔

علماء سوء عموماً قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے اور اپنے گلے اور خوش آوازی کے کمالات دکھانیکا ذریعہ تو قرآن مجید کو بنا لیتے ہیں لیکن اس کے معانی و مطالب اور

احکام کے سمجھنے اور ان احکام پر عمل کرنے سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور بعض اپنا وعظ شروع کرنے سے پیشتر کسی خوش الحان حافظ سے کوئی رکوع پڑھوا لیتے اور اسطرح سمجھ لیتے ہیں کہ ہمنے قرآن مجید کا حق ادا کر دیا۔ امام غزالی رحمہ نے کیمیائے سعادت میں ایسے لوگوں کی نسبت لکھا ہے کہ

"اے عزیز اس بات سے آگاہ ہو کہ جسنے قرآن مجید پڑھا اسکا بڑا درجہ ہے اُسے چاہئے کہ قرآن شریف کی عزت کا خیال رکھے ناشایستہ باتوں سے بچا۔ ہو ورنہ معاذ اللہ اس بات کا خوف ہے کہ مبادا قرآن شریف اسکا دشمن ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میری امت میں منافق اکثر قرآن خواں لوگ ہونگے" حضرت ابو سلیمان دارانی کا قول ہے کہ دوزخ کا فرشتہ سب فرشتوں کی نسبت سفد قرآن خوانوں کو جلد پکڑیگا۔ توریت میں لکھا ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بندے تجھے شرم نہیں آتی کہ اگر تیرے بھائی کا خط تجھے پہونچے تو تو اگر راستے میں ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے یا راستے سے الگ ہو بیٹھتا ہے اور اسکا ایک ایک حرف پڑھتا ہے اور اسمیں غور و تامل کرتا ہے اور یہ کتاب میرا خط ہے تجھے میں نے لکھا کہ تو اسمیں غور و تامل کر اور تو اس پر کاربند ہو مگر تو اس سے انکار کرتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اور پڑھتا بھی ہے تو غور و تامل نہیں کرتا حضرت حسن بصری رحمہ نے فرمایا کہ اگلے لوگ قرآن مجید کو جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پاس سے یہ نامہ آیا ہے۔ رات کو اسمیں غور و تامل کرتے اور دن کو اسپر عمل کرتے تھے تم لوگوں نے اسکا پڑھنا پڑھانا تو اختیار کیا ہے اس کے حروف کے زیر و زبر کو بھی درست کرتے ہو۔ مگر اس پر عمل کرنے میں سستی کرتے ہو۔ الغرض قرآن شریف سے مقصود اصلی فقط پڑھنا ہی نہیں ہے بلکہ اسپر عمل کرنا ہے۔ پڑھنا یاد رکھنے کے لئے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے جو لوگ پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے انکی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کا پروانہ آئے اسمیں اس غلام کی نسبت

احکام لکھے ہوں وہ غلام بیٹھے اور اس پروانہ کو خوش آوازی سے پڑھے اس کے حروف خوب درست ادا کرے اور ان احکام میں سے جو اسمیں لکھے ہیں کچھ نہ بجا لائے تو یقیناً وہ غلام عقوبت وعذاب کا مستحق ہے۔"

خوف و خشیت الٰہی اور علماء

انسان کو جسقدر صفات باریتعالیٰ کا علم ہوگا اسی قدر وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کریگا صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں تمہاری نسبت خدا تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہوں ع

ہر کہ عارف تر ست ترساں تر

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (اس آیت کا ترجمہ وحوالہ اوپر آچکا ہے) دوسری جگہ بہشت کو ڈرنے والوں ہی کا حصہ بتایا اور فرمایا کہ ذَالِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (البینہ) | جنت اور رضائے الٰہی انکی لیے ہی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

صفات باریتعالیٰ اور خدا کی ناراضی کے کاموں سے صحیح واقفیت اور گناہوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کی استعداد اسی شخص میں پیدا ہو سکتی ہے جو قرآن مجید سے واقف ہے جسکو قرآن مجید سے تعلق نہیں وہ نہ عالم کہلایا جا سکتا ہے اور نہ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اس کو گناہوں سے بچنے کی ہمت میسر ہو سکتی ہے جس کے دل میں قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ کا خوف پیدا نہیں ہوا وہ حقیقتاً عالم کہلانیکا مستحق نہیں۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

وہ شخص جسکا سینہ خدا تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی مشعل ہدایت کی روشنی میں چلتا ہے اس شخص کی برابر کیسے ہو سکتا ہے جو کفر کی تاریکیوں میں پڑا ہے پس ان لوگوں پر افسوس ہے جنکے دل ذکر اللہ یعنی قرآن مجید کیطرف سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں یہی لوگ ہیں جو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں اللہ نے بہت

رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ (الزمر - رکوع ۳)

ہی اچھا کلام یعنی یہ کتاب جسکا نام قرآن مجید ہے اتاری جسکی باتیں ملتی جلتی ہیں اور سمجھانیکے لئے بار بار دہرائی گئی ہیں جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں وہ اس کتاب کی باتوں سے ترساں و لرزاں ہوجاتے پھر انکے جسم اور دل نرم ہوکر کلام الٰہی کیطرف راغب ہوجاتے ہیں یہ قرآن ہدایت الٰہی ہے وہ اسکے ساتھ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ [illegible]

اور فرمایا

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (الحج - ۷)

اور اسلئے رسول خدا کو یہ منظور ہے کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانلیں کہ یہ قرآن برحق ہے جو تیرے خدا کیطرف سے نازل ہوا ہے اور اسپر ایمان لائیں اور انکے دل خدا کے آگے گڑگڑانے لگیں اور اسمیں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو سیدھا راستہ دکھاتا رہتا ہے،

اور فرمایا

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (النور - رکوع ۷)

اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اسکی ناراضی سے بچتا ہے تو ایسے ہی لوگ کامیاب و بامراد ہونگے

جس کے دل میں خدا کا خوف سب سے زیادہ ہوگا وہ کسی دوسرے سے نہ ڈریگا اور خدا کے حکم کی بجاآوری میں کسی دوسرے کے خوف کو ہرگز حائل نہ ہونے دیگا لہذا عالم ہی سب سے زیادہ اعمال صالحہ کا عامل ہوگا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ

"عالم وہ نہیں ہے جسنے لباس عالموں کا سا پہن لیا اور نام کا فاضل بن گیا ایسے لوگ تو سب لوگوں سے زیادہ خوف الٰہی سے کورے ہیں بلکہ ہماری غرض عالموں سے وہ لوگ ہیں جو خدا تعالےٰ اور اسکی نعمتوں اور افعال کو جانتے ہیں اور ایسے لوگوں کا وجود اب کم ہے اور اسی لئے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم سے کوئی سوال کرے کہ خدا تعالےٰ سے تم ڈرتے ہو یا نہیں تو اس کے جواب میں خاموشی اختیار کرو اسلئے کہ اگر کہوگے کہ نہیں ڈرتے تو کافر ہوجاؤگے۔ اور اگر کہوگے کہ ڈرتے ہیں تو جھوٹے ہوگے اور

اسمیں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہے جو اعضاء کو گناہوں سے روکدے اور طاعات کا پابند کردے اور جبتک تاثیر خوف کی اعمال میں نہوگی تو اُسکا نام وسوسہ اور جنبش خاطر ہو سکتا ہے اسکو خوف کہنا زیبا نہیں اگر خوف میں علم ہی نہ ہوا تو کوئی خوبی کی بات نہ ہوگی کیونکہ حقیقت میں تو نقصان ہے اور وجہ نقصان کی سبب کی منشا اس خوف کا جہل اور عاجزی ہے"

آگے چل کر امام صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ

"خدائے تعالیٰ نے ہدایت اور رحمت اور رضا اور علم جو اہل جنت کے مقام ہیں ان چاروں کو خائفین کے لئے تین آیتوں میں بیان فرمادیا ہے چنانچہ ہدایت اور رحمت کو اس آیت میں کہ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ٥ (الاعراف-۱۹) اور علم کو اس آیت میں کہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (فاطر-۳) اور رضا کو اس آیت میں کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ٥ (البینہ) علاوہ ازیں جو کچھ فضیلت علم میں وارد ہے اس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ خوف علم کا ثمرہ ہے"

خوف کے سبب جب انسان اپنے آپ کو بدعملی سے باز رکھتا ہے تو اس رکنے اور بچنے کا نام تقویٰ ہے یعنی تقویٰ خوف کا لازمی نتیجہ ہے اسی لئے تقوے کو اکرام و بزرگی کا موجب ٹھہرایا جیسا کہ فرمایا

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط (الحجرات-۲)	اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا متقی ہے۔

اور اسی لئے حکم دیا کہ اِتَّقُوا اللّٰهَ اور فرمایا کہ خافون اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ اگر تم مومن ہو تو مجھ سے ڈرتے رہو یہاں خوف کو شرط ایمان قرار دیا جسطرح عالموں کے لئے خوف خدا کو لازمی شرط قرار دیا اسی طرح عالموں کے وعظ و نصیحت سے نصیحت یاب ہونے اور نیکی و ہدایت کیطرف متوجہ ہونیوالوں کا نشان بھی خوف خدا ہی قرار دیا چنانچہ فرمایا۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ٥ سَيَذَّكَّرُ	پس جبکہ تو سمجھے کہ نصیحت کرنا نفع پہنچاتا ہے تو نصیحت کر

مَنْ یَّخْشٰی ۵ (الاعلیٰ) | رہ جو خدا سے ڈرتا ہے وہی نصیحت یاب ہوگا۔

اور فرمایا

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی (النازعات ۱۰) | بیشک جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس کی لئے اس میں بڑی عبرت ہے

حضرت فضیل رحمہ کا قول ہے کہ "جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے یہ اللہ کا خوف اسکو ہرطرح کی بہتری سوجھا دیتا ہے" حضرت شبلی رحمہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہوں تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھل جاتا ہے جو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا" ابن حبان نے حضرت ابوامامہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ من خاف اللہ تعالیٰ خافہ کلّ شیٔ ومن خاف غیر اللہ خوّفَ اللہُ من کلّ شیٔ (جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر ایک چیز ڈرتی ہے اور جو شخص غیر اللہ سے ڈرتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے ڈراتا ہی)

مذکورہ بالا تمام بیان سے ثابت ہوا کہ خدا تعالےٰ کی ناراضی کے کاموں سے بچنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے اور عالم کو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہونا چاہیئے۔ لیکن جو شخص کبر ونخوت۔ جاہ پرستی۔ زرطلبی۔ بدگوئی۔ دروغگوئی اور فریب بازی میں مبتلا اور بندۂ دینار و غلام شکم ہو اور حسد و ریا کی پلیدیوں میں گرفتار ہو اور کتاب الٰہی سے لوگوں کو دور و مہجور رکھنا چاہتا ہو وہ ہرگز ہرگز علمائے ربانی میں شمار نہیں ہو سکتا۔ علمائے حق اور علمائے سوء کے بعض صفات اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اسجگہ میں رسالہ پیام اسلام جالندھر کے ایک سلسلۂ مضامین کا ایک حصہ رسالۂ مذکور کے اکتوبر و نومبر ۱۹۳۵ء کے دو نمبروں سے نقل کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ حضرت مولینا عبدالحق عباس مدیر رسالہ مذکور اور جناب افضل میرزا صاحب بی۔ اے جن کے قلم سے یہ قیمتی مضمون نکلا ہے میری اس حرکت کو ناجائز قرار نہ دینگے وھو ھذا۔

"آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اشد الناس عذابًا یوم القیامۃ عالمٌ لا ینفعہُ اللہُ بعلمہٖ۔ یعنی قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ملیگا جسے اللہ تعالےٰ نے علم سے فائدہ نہیں دیا اور حضور نے فرمایا ہے مَنِ ازداد علمًا ولم یزدد ھدًی لم یزدد مِنَ اللہِ اِلّا بُعدًا۔ یعنی جس شخص نے اپنا علم زیادہ کیا مگر ہدایت میں زیادتی

حاصل نہ کی تو اسے اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور جان لے کہ جسوقت عالم علم میں غور و خوض کرتا ہے اسوقت سلامتی سے محروم کیا جاتا ہے یعنی یا تو وہ ہلاک ہوجاتا ہے یا ابدی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت خلیل بن احمد رحمہ فرماتے ہیں کہ آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) وہ آدمی جو جانتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے پس یہ شخص عالم ہے اسکی اتباع کرو (۲) وہ آدمی جو جانتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے یہ شخص سویا ہوا ہے اسکو جگادو (۳) وہ آدمی جو نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا یہ شخص طالب ہدایت ہے اسکی رہنمائی کرو (۴) وہ آدمی جو نہیں جانتا اور نہیں جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا پس یہ شخص جاہل ہے اس سے پرہیز کرو اور حضرت سفیان رحمہ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لئے پکارتا ہے۔ اگر کسی نے قبول کر لیا تو فبہا ورنہ چل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا۔ یعنی اے محمدؐ ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سنائیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں دیں مگر وہ ان میں سے صاف نکل گیا۔ اور علمائے آخرت وہ لوگ ہیں جو دین کے بدلے دنیا نہیں کھاتے اور دنیا کے عوض میں آخرت کو نہیں بیچتے کیونکہ انھیں آخرت کی عزت اور دنیا کی ذلت کا حال معلوم ہوتا ہے اور جو شخص دنیا اور آخرت کے فرق اور تضاد اور اسکی ضرر رسانی کو نہیں جانتا ایسا شخص ہرگز عالم نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی شخص اس سے انکار کرے تو سمجھ لو کہ اس نے اس چیز کا انکار کیا جس پر قرآن شریف، احادیث نبوی، تمام آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے اقوال دلالت کرتے ہیں اور جس شخص کو اس بات کا علم ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا تو ایسا شخص شیطان کا اسیر ہے جسے اسکی خواہشات اور اسکی بدبختی کے غلبہ نے ہلاک کر دیا ہے اور جتنے انکا اتباع کیا وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ بھلا ایسے لوگوں کا علماء کے گروہ میں کیسے شمار ہوسکتا ہے؟

حضرت داؤد علیہ السلام کی مناجات میں لکھا ہے "کیا تو جانتا ہے کہ میں ایسے علماء سے کیا سلوک کرتا ہوں جو اپنی خواہشات کو میری محبت پر ترجیح دیتے ہیں وہ میری مناجات کی لذت سے محروم کر دئے جاتے ہیں۔ اے داؤد! مجھ سے ایسے عالم کے بارے میں ہرگز سوال نہ کر جسکو دنیا کی محبت نے متوالا کر دیا ہے۔ ایسا شخص تجھے میری محبت کے راستے

سے ہٹادیگا۔ یہی لوگ بندوں کے راہزن ہیں اے داؤد! جب تو کسی طالب کو دیکھے تو اس کی خدمت کرنا۔ اے داؤد! جو شخص مجھ سے بھاگے ہوئے کو میری طرف لے آتا ہے میں اس کا نام شہیدوں کے زمرے میں لکھتا ہوں اور جسے میں شہید لکھ دوں اسے دائمی آگ کے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ اور اسی طرح حضرت حسنؓ نے فرمایا ہے کہ علماء کی سزا ان کے دل کی موت ہے اور دل کی موت عمل آخرت کے بدلے دنیا کا طلب کرنا ہے۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اِذَا رَأَيْتُمُ الْعَالِمَ مُحِبًّا لِلدُّنْيَا فَاتَّهِمُوْهُ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَاِنَّ كُلَّ مُحِبٍّ يَخُوْضُ فِيْمَا اَحَبَّ۔ یعنی جب تم کسی عالم کو دنیا کی محبت میں گرفتار دیکھو تو اسکو اپنے دین پر متہم کرو کیونکہ تمام چاہنے والے اسی چیز میں منہمک رہتے ہیں جس سے ان کی محبت ہوتی ہے اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ دنیا پرست علماء کو یہ کہا کرتے تھے کہ "اے اہل علم! تمہارے محلات قیصری ہیں۔ تمہارے مکانات کسروی ہیں۔ تمہارے دروازے ظاہری ہیں۔ تمہارے اخفاف جالوتی ہیں۔ تمہاری سواریاں قارونی ہیں۔ تمہارے برتن فرعونی ہیں۔ تمہاری سوگواریاں جاہلانہ ہیں اور تمہارے مذاہب شیطانی ہیں۔ لیکن شریعت محمدی کہاں ہے؟" اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

وراعی الشاۃ یحمی الذئب عنہا   فکیف اذا الرعاۃ لہا ذئاب

ترجمہ: چرواہا بکریوں کو بھیڑیئے سے محفوظ رکھتا ہے لیکن جب گڈریئے خود ہی بھیڑئیے بن جائیں تو بکریوں کا کیا حال ہوا اور کیا گیا ہے ؎

یا معشر القراء یا ملح البلد   ما یصلح الملح اذا الملح فسد

ترجمہ: اے گروہ علماء اور شہر کے نمک! (یعنی جیسا نمک یعنی تمہاری خراب ہو جائے تو اسکی اصلاح کون کریگا۔" اور یہاں سے کہ دیندار کو چاہیئے کہ کھانے پینے پہننے، رہنے سہنے اور دنیاوی معاش کے تمام کاموں میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے تعیش اور آرام پسندی کی طرف مائل نہ ہو اور اسراف میں مبالغہ نہ کرے جیسا کہ اس کے ترک کرنے میں مبالغہ کرنا نہیں چاہیئے۔ اور مناسب ہے کہ سلاطین اور دنیاداروں سے اختلاط اور میل جول سے پرہیز کرے تا وقتیکہ الامکان قلت و فساد سمجھے۔" (ختم ہوا اقتباس رسالہ پیام اسلام کا)

وعظ و نصیحت کا معاوضہ اور علماء

دنیا میں حقیقی واعظ تو انبیاء علیہم السلام ہی تھے انکو خدا نے تعالےٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کے لئے مبعوث فرمایا اور سب سے بڑے اور کامل واعظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے بعد آپ کی امت کے ہر فرد پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے بالخصوص علمائے اسلام کا کام ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ٹھہرا دیا گیا ہے جیسا کہ وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ (ال عمران۔ رکوع ۱۱) سے ثابت ہے اور اسی لئے علماء کو وارث انبیاء کہا گیا۔ لہٰذا ہم کو سب سے پہلے یہ سوچنا اور غور کرنا چاہیئے۔ کہ خدائے تعالےٰ نے خود انبیاء علیہم السلام اور ان کے حقیقی واصلی کام وعظ و تذکیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے کون کون سی خصوصی ہدایات فرمائیں۔ انھیں ہدایات کو مدنظر رکھنا ہر عالم کے لئے بھی یقیناً لازمی ہوگا۔ جب غور و تامل کیا جاتا ہے تو ایک خصوصی ہدایت قریباً تمام پیغمبروں کو خدائے تعالیٰ نے بڑے شد و مد کیساتھ فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ وعظ و پند اور نصیحت گری کا ہرگز کوئی معاوضہ طلب نہ کیا جائے اس لئے کہ نصیحت اور وعظ و پند کو سب سے زیادہ بے اثر و بے نتیجہ بنانیوالی چیز واعظ و ناصح و پند گو کا اجرتِ وعظ طلب کرنا ہے جو ناصح اپنی نصیحت گری میں خود اپنی غرض بھی شامل رکھتا ہو اسکی نصیحت کو فطرتِ انسانی قبول کرنے سے ہمیشہ انکار کر دیتی ہے پس فطرتِ انسانی کے خالق نے سب سے پہلے وعظ و نصیحت کی اجرت کو حرام اور ممنوع قرار دیکر انبیاء علیہم السلام سے پہلے اسی کا اعلان کرانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

(الفرقان۔ رکوع ۵)

اے رسول ان لوگوں سے کہدے کہ میں تم سے اس نصیحت کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا میں اگر چاہتا ہوں تو یہی کہ تم میں سے جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے۔

پھر فرمایا کہ

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ (السبا - ۶)

اے رسول لوگوں سے کہدو کہ میں نے تم سے اس تبلیغ رسالت پر کچھ مزدوری طلب کی ہو تو وہ تم اپنے پاس رکھو یعنی میں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا میرا معاوضہ تو اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز کا شاہد حال ہے

پھر فرمایا کہ

قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ (الشوریٰ۔ رکوع ۳)

اے رسول ان قریش مکہ سے کہدو کہ میں اس تبلیغ احکام الٰہی کا تم سے کوئی معاوضہ تو مانگتا ہی نہیں مگر رشتے ناطے کی محبت تو قائم رکھو

پھر فرمایا کہ

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝ (ص - ۵) پھر فرمایا کہ
وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ (یوسف - ۱۱)

اے رسول ان لوگوں سے کہدو کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت اور نصیحت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ مجھکو تکلف کرنا آتا ہے، اور اے رسول تو انسے کچھ معاوضہ بھی طلب نہیں کرتا یہ قرآن جو تو سناتا ہے دنیا جہان کے لئے سراسر نصیحت ہی ہے۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کرکے اعلان کیا کہ۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الشعراء - ۶)

لوگو! میں اس وعظ و پند کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتا میری اجرت تو بس اللہ رب العالمین ہی پر ہے۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام کے اس اعلان کا دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ۔

فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (یونس - رکوع ۸)

لوگو! اگر تم میرے سمجھانے سے منہ موڑ بیٹھے تو میں نے تم سے کچھ مزدوری تو مانگی نہ تھی میری مزدوری تو خدا ہی کے ذمہ ہے اور اسی کی طرف سے مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرمانبرداروں میں شامل رہوں۔

پھر ہود علیہ السلام نے بھی یہی اعلان کیا کہ

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الشعراء رکوع ۷)

اور میں اس نصیحت گری کی تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میری اجرت تو پروردگار عالم ہی کے ذمہ ہے۔

پھر حضرت ہود علیہ السلام کے اس اعلان کا دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ۔

یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (ہود - رکوع ۵)

اے میری قوم اس وعظ و نصیحت کے عوض میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری تو اس خدا کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے

اسی طرح صالح علیہ السلام، لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام نے بھی انھیں الفاظ میں اعلان کیا جسکا ذکر سورۂ شعراء کے آٹھویں نویں اور دسویں رکوع میں موجود ہے پس معلوم ہوا کہ وعظ و پند کی اجرت طلب کرنا انبیاء کی متفقہ سنت کے خلاف اور حرام ہے۔ کتب احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بعض اوقات بعض صحابہ کرامؓ سے صرف اس بات پر بیعت لی کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرینگے یعنی کوئی چیز نہ مانگینگے صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ اللہ پاک ہے پاک چیز کو قبول کرتا ہے ناپاک کو قبول نہیں کرتا اسنے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے کہ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا - پھر مومنوں کو حکم دیا کہ یٰاَیُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ پھر حضرت صلعم نے ایک شخص کا ذکر کیا کہ وہ لمبا سفر کرتا ہے میلا کچیلا گرد آلود رہتا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یَارَبِّ یارب پکارتا ہے حالانکہ اسکا کھانا حرام ہے اور پینا حرام ہے۔ کپڑا حرام اور غذا حرام اب بتاؤ اسکی دعاء کیونکر قبول ہو" مسند امام احمدؒ میں ابن مسعودؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ "جب کوئی بندہ مال حرام کھا کر صدقہ دیتا ہے تو وہ قبول نہیں ہوتا یا خرچ کرتا ہے تو اسمیں برکت نہیں ہوتی اور اگر چھوڑ جاتا ہے تو جہنم کے لئے توشہ ہوتا ہے۔ بدی کو بدی نہیں مٹاتی بلکہ نیکی بدی کو مٹاتی ہے اور ناپاک سے ناپاک محو نہیں ہوتا" دارمی میں جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حدیث منقول ہے کہ "جو گوشت حرام سے پیدا ہوتا ہے وہ بہشت میں نہ جائیگا ہر ایک گوشت جو حرام سے پیدا ہوتا ہے آگ ہی اس کی زیادہ مستحق ہے"

علماء اور واعظ لوگ عام طور پر مذکورہ مضمون کی حدیثیں سنا سنا کر دوسرے لوگوں کو تو حرام مال کھانے سے ڈراتے رہتے ہیں لیکن وہ خود کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہم جو اپنی وعظ گوئی کی اجرت لوگوں سے طلب کرتے ہیں یہ قطعی اور یقینی طور پر حرام ہی ہمارا

قیامت کے دن کیا حال ہوگا۔ اس طرح اپنے طرز عمل سے ایک طرف احکام شرع کو بے اثر بناتے اور دوسری طرف لوگوں کی نگاہ میں حرام کو حلال بتا کر دوسروں کو بھی اس حرام خوری کی ترغیب عملی طور پر دیتے رہتے ہیں۔ ایسے علماء مرجاتے ہیں مگر ان کے گناہ کا سلسلہ باقی رہتا ہی ہے لوگ اگر مرتے وقت اس حرام خوری سے توبہ بھی کریں تو ان کے لئے زیادہ نافع نہیں اس لئے کہ ان کی مرتے وقت کی توبہ سے اس برائی کا جو انھوں نے لوگوں کو غلط راستہ پر ڈال کر کی ہے انسداد نہیں ہوتا وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ (یٰس - ۱) میں آثار سے اسی قسم کے گناہ مراد ہیں۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ایک حدیث درج کی ہے کہ "رزق حلال کا کمانا نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کی فرضیت کے بعد ہر اس شخص پر فرض ہے جو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی کمانے کا محتاج ہو" صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ "جو شخص لوگوں سے اس لئے سوال کرتا ہے کہ اسکا مال بڑھے وہ گویا آگ کے انگارے مانگتا ہے" (یہ حدیث ان لوگوں کے لئے خصوصیت سے قابل توجہ ہے جو بلا ضرورت بھی اپنے آپ کو ضرورتمند ظاہر کر کے لوگوں سے مالی امداد طلب کرتے رہتے ہیں خواہ وہ مدارس یا انجمنوں کے ناموں کو کشکول گدائی بنانیوالے ہوں یا اخباروں اور رسالوں کے ناشر ومہتمم ہوں) صحیح نسائی میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جو کوئی اسبات کا ذمہ دار ہو کہ وہ لوگوں سے کوئی سوال نہ کریگا تو میں اسکے لئے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہوں"

مذکورۂ بالا تمام آیات واحادیث سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ عالم کے لئے بے طمع اور حب مال سے پاک وصاف ہونا بیحد ضروری ہے۔ جو شخص دنیا کی طمع اور مال کی محبت میں گرفتار ہے وہ ہرگز ہرگز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا نہیں کر سکتا۔ ایسا شخص نہ امیروں کو کہ وہی زیادہ بد اعمال ہوتے ہیں نصیحت کر سکتا ہے نہ غریبوں کو راہ راست پر لا سکتا ہے۔ علمائے حق جو بے طمع اور رضائے الٰہی کے خواہاں ہوتے ہیں وہی نصیحت گری ورہبری کا حق بخوبی ادا کر سکتے ہیں۔ مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید تخت خلافت پر فائز ہونے سے پہلے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ

علیہ سے انتہائی محبت و دوستی اور مواخات کے تعلقات رکھتا تھا جب ہارون الرشید خلیفہ بنگیا تو حضرت سفیان ثوری رحمہ نے اس سے ملاقات ترک کردی۔ ہارون رشید ان کی ملاقات اور ان سے حدیث سننے کا مشتاق تھا چنانچہ اس نے حضرت سفیان رحمہ کی خدمت میں خط بھیجا کہ آپ نے محبت و مواخاۃ کو کیوں فراموش کردیا اگر بار سلطنت میری گردن پر نہ آپڑا ہوتا تو میں خود حاضر خدمت ہوتا۔ جو لوگ میرے پاس مبارکباد دینے کو آئے میں نے ان کو مالا مال کردیا۔ آپ قدم رنجہ فرمائیے اور مجھے مسرور و شادکام بنائیے"

جب قاصد یہ خط لیکر کوفہ میں پہنچا تو حضرت سفیان ثوری رحمہ نے خط کی پشت پر یہ جواب لکھوا کر قاصد کو رخصت کیا کہ "ہارون تجھے معلوم ہو کہ میں نے تجھ سے دوستی اور ملاقات ترک کردی اور میں تیری دوستی سے بیزار ہوا اس لئے کہ تو نے آپ اپنے اوپر مجھکو گواہ کیا کہ تو نے مسلمانوں کے بیت المال کا روپیہ غیر مستحق لوگوں کو دیا۔ یاد رکھ کہ میں قیامت کے دن خدائتعالیٰ کی جناب میں تیرے خلاف اس بات کی گواہی دونگا کہ تو نے مسلمانوں کا روپیہ ان کی رضامندی کے بغیر خرچ کیا۔ پس اے ہارون تو قیامت کے دن کی جوابدہی کے لئے تیار ہوجا۔ اے ہارون تجھ سے اب علم و زہد کی حلاوت اور قرآن کی لذت سلب ہوگئی ہے اور تو اس بات پر راضی ہوگیا کہ ظالموں کا پیشوا بنے۔ اے ہارون خدا سے ڈر اور رعیت کی رعایت کرنے میں کوشش کر آنحضرت صلعم کی امت کی حفاظت کر اور سرداری کو سنوار کہ سلطنت دست بدست چلی آتی ہے اگر اوروں کے پاس باقی رہتی تو تجھ تک نہ پہونچتی۔ اب اس کے بعد مجھے خط نہ لکھنا" ہارون الرشید نے یہ خط پڑھا اور زار و قطار رونے لگا اور جب تک زندہ رہا اس خط کو اپنے پاس رکھا اور بار بار اسکو پڑھا کرتا تھا۔ بعض علمائے ربانی کا قول ہے کہ رعیت کی بداعمالی بادشاہوں اور رئیسوں کی بداعمالی سے وابستہ ہے اور بادشاہوں اور حاکموں کی بداعمالی علماء کے بداعمال ہو جاتے کے سبب سے ہوتی ہے اور علماء کی بداعمالی کا سبب حُبِّ جاہ اور حبِّ مال ہے جب عالم پر دنیا کی محبت غالب ہوگی تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قابل نہ رہیگا۔

نقل ہے کہ حذیفہ مرعشیؒ نے یوسف بن اسباط کو لکھا کہ "میں نے سنا ہے کہ تم دودھ والے کے پاس گئے اور کہا کہ اس قدر دودھ کتنے کو بیچتا ہے اس نے کہا کہ آٹھ پیسے کو۔ تم نے کہا کہ چھ پیسے کو دیدے اور وہ تم کو پہچانتا تھا کہ تم عالم ہو چنانچہ اس نے چھ پیسے میں دیدیا اور تمنے دو پیسے کی رعایت اپنے عالم ہونیکی وجہ سے کرالی یہ تو مانگنا اور سوال کرنا ہوا یہ دین کا نقصان ہے ہوشیار ہو جاؤ کہ کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ نے علم دین سکھانے اور نمازوں کی امامت کی اجرت لینے کے متعلق جو کچھ تصریح فرمائی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ "اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اجرت ملے تو امامت کرے اور نہ ملے تو ترک کردے تو اسکا اس طرح علم دین سکھانا اور امامت کرنا مردود اور مستوجب عذاب ہے اس لئے کہ علم دین فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے پر اجرت لینی درست نہیں اسمیں نماز روزہ اور علم دین سکھانے اور وعظ کہنے والے سب شامل ہیں لیکن لڑکوں کے پڑھانیوالے جو نوکر ہوتے ہیں وہ اس گروہ میں شامل نہیں اس لئے کہ وہ صبح سے شام تک اپنے گھر سے جدا ہو کر اور اپنی معاش کا کاروبار چھوڑ کر اس کام میں جانفشانی کرتے ہیں اور بکریوں کے چرواہے کی طرح لڑکوں کو گھیر کر جمع رکھتے ہیں۔"

جسطرح عبادتوں کی اجرت لینی ناجائز ہے اسی طرح گناہوں اور حرام چیزوں کے نمک کرنے کی اجرت لینی بھی جائز نہیں لیکن اکثر عالموں کو دیکھا اور سنا گیا ہے کہ جبتک قضا اور افتا کے منصب پر فائز تھے گانا اور باجا سننے سے مجتنب تھے جب اس عہدے سے جدا ہوئے تو گانے بجانیکا وہ پرہیز توڑ دیا۔

حضرت امام غزالی رحمہ نے ایک حدیث کیمیائے سعادت میں درج کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "وہ علماء حق تعالیٰ کے بڑے دشمن ہیں جو امراء کے پاس جائیں اور بہترین امراء وہ ہیں جو علماء کے پاس جائیں۔"

پھر فرمایا کہ "علماء پیغمبروں کے امانتدار ہیں جب تک کہ سلاطین سے میل جول نہ کریں جب سلاطین سے میل جول کیا تو امانت میں خیانت کی تم اس بات سے بچتے رہنا۔"

صحف الغزالی میں امام غزالی رحمہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے خدا کی خوشنودی کے لئے علم حاصل کیا اور پھر اس کے ذریعہ سے دنیا کمانے لگا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیگا" حضرت عبادہ بن صامت رضی کا قول ہے کہ عالموں اور زاہدوں کا تونگروں کے ساتھ دوستی کرنا ریا کی دلیل ہے حضرت محمد بن سلمہؓ کا قول ہے کہ جو مکھی انسان کی نجاست پر بیٹھی ہو وہ ان عالموں سے بہتر ہے جو بادشاہ کے درِ دولت پر حاضر ہوتے ہوں۔ اموی خلیفہ سلیمان بن عبد الملک جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت ابو حازم رحمہ کو جو علمائے کبار میں سے تھے بلایا اور پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ ہم لوگ موت سے ناخوش ہوتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ "تم لوگوں نے دنیا کو آباد کیا ہے اور عقبیٰ کو ویران کر دیا ہے جب کسیکو آبادی سے ویرانہ کی طرف جانا پڑتا ہے تو وہ ناخوش ہوتا ہے" حضرت سفیان ثوری رحمہ کسی سے کچھ نہ لیتے اور فرماتے کہ "اگر میں یہ جانتا کہ یہ زبان پر نہ لائیگا تو لے لیتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ڈینگ ماریگا اور احسان جتائیگا کہ میں نے فلاں شخص کو فلاں چیز یا اسقدر روپیہ دیا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے کہ "یا رب کسی فاجر کو یہ قدرت نہ دے کہ مجھپر احسان کرے اسلئے کہ میرا دل احسان کیوجہ سے اسے دوست رکھیگا" حضرت امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ سوال کرنا فواحش میں داخل ہے اور فواحش بلا ضرورت حلال نہیں ہوتے۔ سوال منجملہ فواحش اس لئے ہے کہ اسمیں تین برائیاں ہیں۔ ایک مفلسی کا اظہار کرنا کہ یہ خدا کی شکایت ہے اس لئے کہ غلام اگر غیر سے کچھ مانگے تو یہ آقا پر طعن ہے۔ دوسری برائی یہ ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے اور مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ تیسری برائی یہ ہے کہ دوسرے کو رنج دیتا ہے ممکن ہے کہ وہ شرم و ندامت کے سبب کچھ دیدے لیکن دل میں ملول و رنجیدہ رہے لہذا صراحتہً نہ کہے کنایتہً کہے کہ جس سے کہتا ہے وہ اگر تجاہل عارفانہ کرنا چاہے تو کر سکے" جب یہ معلوم ہو جائے یا دل گواہی دے کہ جو شخص دیتا ہے کراہت سے دیتا ہے تو اسکا لینا حرام ہے۔ غرض سوال کرنا حرام ہے مگر شدید حاجت کے واسطے درست ہے۔ شان و شوکت بڑھانے اچھا کھانے اچھا لباس پہننے کے واسطے سوال کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ جو شخص اپنا تمام یا زیادہ

وقت عبادت میں صرف کرتا اور بہ سبب افلاس و محتاجی اپنی روزی کے لئے سوال کرتا ہے اسکو چاہیے کہ فرض عبادت کے سوا پہلے اپنی روزی کے لئے کسب یا محنت مزدوری کرے اور سوال سے بچے۔ جس شخص کے پاس ضرورت سے زیادہ کوئی سامان مثلاً لنگی۔ جانماز۔ برتن وغیرہ ہوں اس کے لئے بھی سوال حرام ہے اس لئے کہ پہلے اس سامان کو فروخت کرکے کھائے اور سوال نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو کوئی اپنے پاس کچھ رکھتا ہو اور سوال کرے وہ قیامت کے دن اس صورت سے آئیگا کہ اس کے چہرہ پر بالکل ہڈیاں ہی ہڈیاں ہونگی گوشت بالکل اتر گیا ہوگا۔

بعض پیشہ ور واعظ جنکو خواص کالعوام کہنا چاہیے عوام کالانعام کو اپنی چرب زبانی و بدیہہ گوئی اور اپنے جبہ و عمامہ سے مرعوب کرکے اور مجلس میں شرم دلا کر اور نہ دینے والوں کی تحقیر و تذلیل کے لئے حسب موقع تقریر کرکے اپنا نذرانہ طلب کرتے ہیں اور لوگوں کو محض شرم کی وجہ سے اپنی دلی خواہش کے خلاف ان کو کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے اس طرح روپیہ وصول کرنے اور کسی کو جنگل میں پکڑ کر زبردستی لوٹ لینے میں حقیقتاً فرق کچھ نہیں ہے اس لئے کہ جنگل میں ڈاکو کو جو کچھ دیا گیا وہ محض اسکی تلوار کے خوف سے بلا رضامندی دیا گیا اور اس پیشہ ور واعظ کو جو کچھ دیا گیا وہ بھی بلا رضامندی اس کی زبان درازی کے خوف سے دیا گیا۔

کبر و غرور اور علماء

کتاب و سنت ہی کا علم اگر فضل الٰہی شامل حال ہو یعنی علم کے ساتھ عمل بھی ہو تو انسان کو کبر و غرور سے محفوظ رکھ سکتا ہے ورنہ سب سے زیادہ عالم ہی کبر و غرور کی بلا آفرین بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں چونکہ علمائے ربانی کا قحط ہے۔ اور علمائے سوء کی کثرت۔ لہذا اس زمانے میں عام طور پر علماء کبر و غرور کی نجاست میں آلودہ نظر آتے ہیں جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوتی ہے اور عقبیٰ کیطرف

سے بے فکر ہو جاتا ہے وہ جوں جوں علم میں ترقی کرتا ہے اس کے دل کی بیماریاں بھی عموماً ترقی کرتی جاتی ہیں اور کبر و غرور عموماً سب سے زیادہ نشو و نما پاتا ہے۔ علم اگرچہ خود کبر و غرور کی بیماری کا علاج ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر۔۴) سے ثابت ہے لیکن وہ علم حقیقی علم دین یعنی کتاب و سنت کا علم ہے لوگوں نے چونکہ صرف فقہ اور مبادیاتِ علم دین کو ہی علم دین سمجھ رکھا ہے اور فقیہہ و ادیب و منطقی و فلسفی کو ہی عالم کہا جاتا ہے لہذا سب سے زیادہ ایسے عالم ہی کبر و نخوت و پندار میں گرفتار نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہری طہارت یعنی جسم۔ لباس۔ جگہ اور پانی کی طہارت میں تو انتہا سے زیادہ احتیاط کرتے مگر دل کی پلیدی کے دور کرنے کی ان کو مطلق فکر نہیں ہوتی۔ نماز کی ظاہری صورت کے سنوارنے اور اپنے لباس کو شرع کے موافق بنانے میں تو بخوبی ہمت صرف کرتے ہیں لیکن دل کو خدا کی طرف متوجہ کرنے اور نماز کی اصل حقیقت کے پا لینے کی کوئی پروا اور خواہش ان کو نہیں ہوتی۔ اپنے آپ کو مستحق عزت و تکریم سمجھکر دوسروں سے اپنے لئے خدمت و عاجزی کے متوقع رہنے اور اپنی فضیلت علمی کے اظہار و اعلان کو ضروری سمجھکر ہر شخص کے کلام کو رد کرنے اور مباحثہ و مناظرہ کی مجلس گرم کرنے اور کفر کے فتوے صادر کرنے پر ہمہ اوقات مستعد رہتے ہیں۔ نہ ان کے دلوں میں خدائے تعالے کا خوف ہوتا ہے نہ صلاح و فلاحِ امت مسلمہ کی خواہش نہ روز جزا کی فکر۔ خدا تعالے فرماتا ہے کہ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۵ (القصص۔ رکوع ۹)	سعادت آخرت تو ہم نے ان لوگوں کیلئے مقرر کی ہے جو دنیا میں بڑائی اور جاہ نہیں ڈھونڈتے اور نہ فساد کے خواہاں ہیں اور انجام بخیر تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔

یہی کبر و غرور یہود و نصاریٰ کے علماء میں پیدا ہو گیا تھا جسکا ذکر اس آیت میں ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى	یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مسلک کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا طریقہ کچھ نہیں حالانکہ دونوں فریق کتاب

شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط (البقرہ ع ۱۴)

الٰہی کے پڑھنے والے ہیں۔

پھر فرمایا کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ (البقرہ - رکوع ۲۵)

اور اے رسول کوئی شخص ایسا منافق بھی ہوتا ہے کہ جسکی باتیں کو اس دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی محبت و ارادت پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے حالانکہ وہ تیرے دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

اور فرمایا کہ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط (المائدہ - رکوع ۳)

اور یہود اور نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔

قرآن مجید نے تو انسان کے اخلاق کو ایسے بلند مقام پر پہنچانا چاہا ہے کہ مشرکوں کے معبودان باطل کو بھی برا کہنے اور گالی دینے سے روکدیا اور نیک بندوں کی شناخت بتائی کہ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ (الفرقان - رکوع ۶)

اور خدائے رحمان کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل انسے جہالت کی باتیں کرنے لگیں تو انکو سلام کریں اور الگ ہو جائیں۔

اور فرمایا کہ بحث مباحثہ کی ضرورت پیش آجائے تو انتہائی نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لینا چاہیئے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل - رکوع ۱۶)

اے رسول لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کی رستے کی طرف بلا اور انسے بحث بھی کرنی پڑے تو ایسے طور پر کر کہ وہ لوگوں کو بہت ہی اچھی معلوم ہو۔

اور فرمایا کہ

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝

برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو جو بہت ہی پسندیدہ ہو اگر ایسا کروگے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم میں اور جس شخص میں عداوت تھی

(حم السجدہ - ۵) یعنی ایک تمہارا دلسوز دوست بنجائیگا۔

اور دوسری طرف کافروں کی صفت بیان فرمائی کہ

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝ (المومنون - ۴)

یقیناً ہماری آیتیں تمکو پڑھکر سنائی جاتی تھیں تو تم اکڑ اکڑ کر قرآن کو ایک دل لگی ٹھہراتے ہوئے بیہودہ بکواس کرتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگتے تھے۔

اور فرمایا کہ

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (النمل - رکوع ۱)

اور باوجودیکہ ان کے دل ہماری آیات کا یقین کرچکے تھے مگر انھوں نے زبردستی اور شیخی کیوجہ سے ان کو نہ مانا پس اے رسول دیکھہ مفسدوں کا کیسا برا انجام ہوا۔

اور فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء - ۶)

اللہ ان لوگونکو دوست نہیں رکھتا جو اتراتے اور بڑائی مارتے پھریں۔

سب سے پہلا گناہ اور سب سے پہلے خدا تعالیٰ کی نافرمانی جو ظہور میں آئی وہ تکبر ہی کا نتیجہ تھا یعنی ابلیس لعین نے محض کبر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنیسے انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "خلق کو دو چیزوں نے ہلاک کیا۔ ایک ہوا و ہوس کی پیروی دوسرے اپنی ثنا و صفت کو دوست رکھنا" علمائے ربانی کی ایک شناخت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کی مدح کرے تو وہ اس شخص کو اس کے حق سے زیادہ کچھہ نہ دیں اور اگر کوئی ان کی مذمت اور ہجو کرے تو اس کے حق میں رتی برابر کمی نہ کریں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم میں کوئی برائی یا عیب یا اسکی کوئی غلطی دیکھکر اسکو آگاہ کرے اور بتائے کہ آپ نے یہ غلطی یا گناہ کا کام کیا ہے تو وہ عالم آگ بگولا ہو جاتا اور کہتا ہے کہ تجھکو کیا حق ہے کہ ہمکو نصیحت کرے۔ ہم عالم ہیں تو جاہل ہے تو نے بہت بڑی گستاخی اور ہماری توہین کی ہے اور اپنی غلطی کی عجیب و غریب توجیہیں کرکے اس بیچارے کو شرمندہ کر دیتا ہے خدائے تعالے فرماتا ہے کہ

فَاِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ (البقرہ - ۲۵) | اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈر تو شیخی دامنگیر ہو کر اسکو گناہ پر آمادہ کرے۔

امام غزالی رحمہ لکھتے ہیں کہ" عالم جب اپنے آپ کو کمال علم سے آراستہ دیکھتا ہے تو اوروں کو اپنے مقابلے میں بہایم سمجھنے لگتا ہے آسپر تکبر کے غالب ہوجانیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے اپنی خدمت۔ مراعات تعظیم اور تکریم کی توقع رکھتا ہے اور اگر لوگ ایسا نہ کریں تو تعجب کرتا ہے اور اگر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا یا کہیں دعوت میں جاتا ہے تو احسان جتاتا ہے اور آخرت کے کاموں میں خدا کے نزدیک اپنے آپ کو اُن سے بہتر جانتا اور اپنی نجات کی قوی امید رکھتا اور کہتا ہے کہ سب میری دعا اور نصیحت کے محتاج ہیں میرے طفیل دوزخ سے نجات پائیں گے۔ اسیواسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آفۃ العلم الخیلاء۔ یعنی اپنے آپ کو بڑا جاننا علم کی آفت ہے اور حقیقت میں ایسے عالم کو عالم کہنے کے مقابلے میں جاہل کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ حقیقت میں عالم وہ شخص ہے جو آخرت کے خطرہ کو معلوم کرے اور صراط مستقیم کی باریکی کو پہچانے۔ وہ اس بات کے خوف سے کہ علم اس کے اوپر حجت اور دلیل ہوگا، تکبر میں مشغول نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جسقدر علم ترقی کرتا ہے درد و مصیبت میں بھی ترقی ہوتی ہے لیکن علم سیکھنے سے جو لوگوں کا تکبر بڑھ جاتا ہے اس کے دو سبب ہیں، ایک تو یہ کہ علم حقیقی جو علم دین ہے اسے نہیں سیکھتے حساب۔ نجوم۔ ادب۔ مناظرہ اور مباحثہ وغیرہ کے علوم سیکھتے ہیں جن سے تکبر ہی بڑھتا ہے، علم فقہ و فتاوی بھی علم دنیا ہے اگرچہ دین کو اسکی احتیاج ہے مگر اس سے خوف الٰہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اگر آدمی صرف علم فتاوی میں اٹکا رہے اور دوسرے علوم سلوک و معرفت کو ترک کر دے تو سیاہ دل اور متکبر ہوجاتا ہے یہی حال خطباء و واعظین کا ہے ان کی مسجع و پُر تکلف اور بے فائدہ باتیں اور اُن باتوں کی تلاش جن کے ذریعہ سامعین سے واہ واہ کے نعرے بلند کراتے اور وہ باریکیاں جن کے سبب سے مذہبوں میں تعصب پیدا کراتے ہیں کہ عوام سمجھیں کہ یہی دین کی باتیں ہیں۔ یہ سب امور کبر و حسد اور عداوت کا تخم

دل میں ہوتے ہیں ان کے ذریعہ درد اور شکستگی نہیں بڑھتی بلکہ تکبر اور نخوت میں ترقی ہوتی ہے۔

دوسرا سبب فطری خبث طینت اور بداخلاقی ہے کہ کوئی شخص علم نافع مثلاً تفسیر حدیث پڑھے اور پھر بھی متکبر ہو اور اس علم دین کے پڑھنے سے اسکی غرض بیان کرنا ہی ہو کہ اس طرح لوگوں میں اسکو بڑائی حاصل ہو اس کی غرض عمل کرنا نہ ہو۔ ایسے شخص کے باطن میں جب یہ علم نافع جاتا ہے تو اس کے باطن ہی کی صفت پر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تنقیہ سے پہلی جو دوا معدہ میں جاتی ہے معدہ کے خلط کی صفت پر ہو جاتی ہے یا مثلاً پانی کہ بادل سے ایک ہی صفت پر صاف و شفاف برستا ہے اور جس نبات میں پہنچتا ہے اسی کی صفت کو بڑھاتا ہے اگر وہ نبات تلخ ہے تو اسکی تلخی بڑھجاتی ہے اگر میٹھی ہے تو اس کی مٹھاس بڑھجاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن اُن کے حلق سے تجاوز نہیں کرتا اور کہتے ہیں کہ کون ہے جو ہماری طرح قرآن پڑھے اور جو کچھ ہم جانتے ہیں دوسرا کہاں جانتا ہو۔ یہ فرماکر آپؐ نے اصحابؓ کیطرف دیکھا اور فرمایا کہ ایسے لوگ تم ہی میں سے یعنی میری اُمت میں ہی ہونگے اور وہ سب دوزخی ہیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ تو تم متکبر علماء میں سے نہ ہو جاؤ کہ اسوقت تمہارا علم تمہارے جہل کو دفانہ کریگا اور حق تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو تواضع کا حکم فرمایا اور ارشاد کیا کہ

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الشعراء - ۱۱)	اور جو مسلمان تیرے پیرو ہیں انکی ساتھ تواضع کا برتاؤ کر

پھر آگے چلکر امام صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ "حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئیگا کہ اس زمانے میں جو شخص تمہارے اعمال کا دسواں حصہ بھی عمل کریگا تو وہ نجات پاجائیگا۔ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو نا امید ہو جانیکا خوف تھا لیکن اس زمانہ میں تھوڑا بھی بہت ہے کیونکہ دین میں کوئی یار و مددگار نہ رہا اور حقائق دین مندرس ہو گئے اور جو شخص یہ راہ چلتا ہے وہ اکثر تنہا ہی ہوتا ہے مددگار نہیں رکھتا اسکا رنج دونا ہوتا ہے

تو ناچار تھوڑے ہی پر قناعت کرتا ہے۔
بہت سے عالم ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عالم اور علم کی فضیلت کا حال حدیثوں میں پڑھکر مغرور ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو محض اسوجہ سے کہ وہ عالم ہیں دوسروں سے بڑھکر اور بہتر سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ خود عامل نہیں ہوتے اور اپنے تزکیۂ نفس کی کوئی فکر نہیں کرتے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی یعنی نجات وہی پائیگا اور کامیاب و بامراد وہی ہوگا جسنے اپنے آپ کو پاک کیا۔ صرف تزکیۂ نفوس کا علم تزکیۂ نفس کیلئے کافی نہیں ہے۔ اگر کوئی طبیب بیمار ہوکر دوا نہ کھائے اور کہے کہ میں بیماری کے علاج سے خوب واقف ہوں تو اسکی یہ واقفیت اسکو ہرگز تندرست نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ بیماری کی صحیح دوا نہ کھائے اور دوا کی تلخی کو برداشت نہ کرے۔ خدائتعالیٰ نے ایسے عالم بے عمل کی مثال قرآن مجید میں اس گدھے سے دی ہے جسکی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوں کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ط (الجمعہ۔ رکوع ۱)
آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ عالم بے عمل کو اس طرح دوزخ میں ڈالینگے کہ اس کی گردن اور پیٹھ ٹوٹ جائیگی اور آگ اُسے اس طرح گھمائیگی جیسے گدھا چکی گھماتا ہے سب دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائینگے کہ لے شخص تو کون ہے اور یہ کیا عذاب ہے وہ کہیگا کہ میں وہ ہوں کہ اوروں کو تو امر بالمعروف کیا اور خود عمل نہ کیا۔ حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص جاہل ہو اُسپر تو ایک ہی بار افسوس ہے اور عالم بے عمل پر سات بار افسوس ہے یعنی علم اس پر حجت پکڑا جائیگا کہ تو نے جان بوجھکر گناہ کیا۔ بعضے عالم ایسے ہوتے ہیں کہ وہ علم و عمل دونوں میں قصور کرتے لیکن جتنے عمل کرتے ہیں سب ظاہری عمل کرتے ہیں اور دل کی طہارت سے غافل رہتے ہیں اور اپنے دل سے تکبر، حسد، ریا اور طلبِ جاہ وغیرہ کی نجاستوں کو دور نہیں کرتے۔ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائیگا اور ایمان کو حسد ایسا تباہ کرتا ہے جیسے لکڑی کو آگ تباہ کردیتی ہے۔ جو شخص اپنا ظاہر آراستہ اور باطن پلید رکھتا ہے اس کی مثال ایسی ہی جیسے سنڈاس کہ باہر سے سراپا نفاست ہے اور اندر سے بالکل گندگی اور نجاست ہے۔ امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ

"بعضے علماء ظاہر فقہ میں اوقات بسر کرتے ہیں وہ اتنا نہیں جانتے کہ فقہ کی تعریف اس سے زیادہ نہیں ہے کہ جس قانون سے بادشاہ خلق کو سیاست کرے ملے سے یاد رکھنا۔ اور جو چیز راہِ آخرت سے علاقہ رکھتی ہے اس کا علم ہی اور ہے۔ یہ فقیہہ جانتا ہے کہ جو بات ظاہری فقہ میں راست اور درست ہوتی ہے وہ آخرت میں فائدہ دیگی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جو کوئی زکوٰۃ کا مال اخیر سال میں اپنی بیوی کے ہاتھ فروخت کرکے اسکا مال مول لے لے تو ظاہری فتویٰ یہ ہوگا کہ محصلِ زکوٰۃ کو اس سے زکوٰۃ طلب کرنیکا حق نہیں اور شاید فقیہہ اسکو محسوس بھی نہ کرے کہ جو شخص زکوٰۃ ساقط ہو جانے کے لئے قصداً ایسا کرتا ہے وہ اور منکر زکوٰۃ دونوں عالم الغیب کے غضب میں یکساں گرفتار ہونگے زکوٰۃ بخل کی پلیدی کا علاج تھا جب کہ حیلہ کے ذریعہ بخل کی اطاعت کی گئی تو ہلاکت یقینی ہے حیلہ کرنیوالا بھلا کیسے نجات پا سکتا ہے۔"

ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے علم حاصل کیا اس لئے کہ علماء سے جھگڑے یعنی بحث کر کے اپنی بڑائی چاہے یا اسواسطے حاصل کیا کہ نادانوں میں جھگڑا پیدا کرے اور ان کو شک میں ڈالے یا اس لئے کہ اس کے ذریعہ آدمیوں کا منہ اپنی طرف پھیرے یعنی ان کو اپنا معتقد اور پیرو بنا کر مال و دولت سمیٹے تو خدائے تعالیٰ اسکو دوزخ میں ڈالیگا" صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی اور صحیح نسائی چاروں کتابوں میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "کہ لوگوں میں سب سے زیادہ دشمنِ خدا وہ شخص ہے جو بڑا جھگڑالو اور خصومت کرنیوالا ہے" لیکن آج کل کے علماء سب سے زیادہ اس صفت مذمومہ میں گرفتار نظر آرہے ہیں۔

ریاکاری اور علماء

خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا | جس شخص کو اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک

صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ۝ (الکھف - رکوع ۱۲)	اعمال بجالائے اور کسی کو اپنے رب کی عبادت میں شریک نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ جو شخص خدائے تعالےٰ کی عبادت کرے اور ساتھ ہی یہ بھی چاہے کہ لوگ میری اس عبادت سے مطلع ہوں اور میری پارسائی کا اعتقاد کریں تو یہ شرک ہے کیونکہ اسنے خدا تعالیٰ کی عبادت میں مخلوقِ خدا کو شریک کرلیا۔ پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ (الماعون)	ان منافق نمازیوں کی بڑی تباہی ہے جو اپنی نماز کیطرف سے غفلت کرتے ہیں اور وہ کوئی نیک عمل کرتے بھی ہیں تو لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔

اور فرمایا کہ

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۝ وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ۝ (النساء - رکوع ۶)	اور وہ لوگ جو لوگوں کے دکھانیکے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور الله اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور شیطان جسکا ساتھی ہوجائے تو وہ تو بہت ہی برا ساتھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لائیں گے اور دریافت کرینگے کہ تو کیا عبادت لایا ہے وہ کہیگا کہ میں نے اپنی جان خدا کی راہ میں فدا کی حق تعالیٰ فرمائیگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے اسواسطے جہاد کیا تھا کہ لوگ کہیں فلاں آدمی بڑا بہادر ہے اور حکم دیگا اسے دوزخ میں لیجاؤ۔ دوسرے شخص کو لائینگے اس سے بھی یہی سوال ہوگا وہ کہیگا میں نے اپنا سب مال خدا کی راہ میں خیرات کردیا ارشادِ الٰہی ہوگا کہ تو جھوٹا ہے تو نے خیرات اس لئے کی تھی کہ لوگ کہیں فلاں آدمی بڑا سخی ہے اسے دوزخ میں لیجاؤ۔ پھر ایک اور شخص کو لائینگے اس سے بھی وہی سوال ہوگا وہ کہیگا میں نے بڑی محنت سے علم سیکھا اور قرآن شریف پڑھا حکم ہوگا کہ تو نے اسواسطے پڑھا تھا کہ لوگ کہیں فلاں شخص عالم ہے اسے دوزخ میں لیجاؤ"

نقل ہے کہ کسی بزرگ نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ بیکار بیٹھا ہے انھوں نے

کہا کہ تو تورات دن لوگوں کو گمراہ کرنیکے کام میں مصروف رہتا ہے تیری بیکاری کا سبب کیا ہے اس نے جواب دیا کہ جب سے اس آخری زمانہ کے ریاء کار علماء پیدا ہوگئے ہیں انھوں نے میرے کام کو ہلکا کردیا ہے وہ راتدن لوگوں کو گمراہ کرنے اور اپنی ظاہری متشرع صورت بناکر اپنے جال میں پھنسانے کا کام سرگرمی سے انجام دیرہے ہیں" ریاکاری یعنی لوگوں کی نظر میں اپنے آپ کو اچھا اور نیک اعمال دکھانے اور باطن میں رضائے الٰہی کو مقصود اصلی نہ ٹھہرانے کا سبب ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کا نہ ہونا یا ایمان کا انتہا درجہ کمزور ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ ریا شرک کا چھوٹا بھائی ہے۔ ریا اور نفاق حقیقتاً ایک ہی چیز ہے۔ منافق کی نسبت قرآنمجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج (النساء - ۲۱)	بیشک منافق دوزخ کے سب سے زیادہ بُرے درجہ میں ہونگے

ریاکار آدمی دوسرے لوگوں کو اپنا خدا قرار دے لیتا اور لوگوں کی رضامندی اور ان کی تعریف اور مدح وثنا کو اپنا مقصود اصلی ٹھہراکر عبادتوں میں مشقت اٹھاتا ہے لیکن جب اس کے زہد وعبادت کو دیکھنے والا کوئی شخص نہ ہو تو پھر وہ اس زہد وعبادت کو ترک کردیتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس فریب خوردگی میں مبتلا ہوتا ہے کہ جسطرح لوگ مجھکو بڑا نیک اور عابد وزاہد یقین کرتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ بھی مجھ سے خوش ہے۔ لیکن وہ لوگوں کی مدح وثنا سے لذت پاتا اور لوگ ستائش نہ کریں تو اذیت محسوس کرتا ہے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور درخواست کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کریں حضرت ممدوحہ نے جواب میں خط لکھا کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی خفگی کی کچھ پروا نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ اس سے رضامند ہوجاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کردیتا ہے اور لوگوں کے شر کو اس سے دور کردیتا ہے اور جو کوئی لوگوں کی رضامندی تلاش کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کی پروا نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ اسکو لوگوں کے سپرد کردیتا ہے"

علماء کی ریاکاری سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مسلمانوں کو گمراہ کرنیوالی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اپنے علم وفضل کی نمائش کو ضروری سمجھکر بحث وجدل کے مواقع تلاش کرتے اور امت مسلمہ کو حقیقتِ اسلام سے دور ومہجور بناتے رہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ " میں اپنی امت پر کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا ہوں جتنا چھوٹے شرک سے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ ریا۔ رواہ احمد۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ اے ریاکا۔ و! تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے واسطے تمنے عبادت کی تھی اور انھیں سے اپنی جزا مانگ لو۔ رواہ احمد۔ پھر فرمایا کہ جب الحزن سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب الحزن کیا چیز ہے فرمایا کہ ریاکار عالموں کیواسطے دوزخ میں ایک غار یا کنواں یا جنگل ہے جس سے دوزخ بھی دن میں سو بار پناہ مانگتی ہے۔ رواہ الترمذی۔ امام غزالی رحمہ نے ایک طویل حدیث کیمیائے سعادت میں نقل کی ہے اس کے آخری حصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ " کسی بندے کے اعمال نیکی کے فرشتے ساتویں آسمان تک لیجاتے ہیں ان اعمال میں روزہ۔ نماز۔ نفقہ۔ جہاد۔ ورع سب کچھ ہوتے ہیں یہ مجموعۂ اعمال آفتاب کی طرح روشن ہوتا ہے اور تین ہزار فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں جب ساتویں آسمان تک پہونچتے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ یہ اعمال اسی بندے کے منہ پر واپس مارو اور اس کے دل پر قفل لگا دو کیونکہ ان اعمال سے اُسے خدا مقصود نہ تھا بلکہ اپنی حشمت وشہرت مقصود تھی۔ جو عمل خالصاً خدا کے واسطے نہیں ہوتا وہ ریا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ ریاکار آدمی کے عمل قبول نہیں کرتا پھر فرشتے اور کسی شخص کے اعمال اٹھاتے ہیں اور ساتویں آسمان سے آگے بڑھا لیجاتے ہیں ان میں بالکل خلقِ نیک۔ تسبیح اور طرح طرح کی عبادت ہوتی ہے اور سب آسمانوں کے فرشتے پہنچاتے جاتے ہیں یہانتک* حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم اس کے اعمال کے نگہبان ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں اسنے یہ عمل میرے واسطے نہیں کئے اپنے دل میں اور کی نیت کی ہے میری لعنت اس پر ہو۔ فرشتے کہتے ہیں اے خدا تیری لعنت اور ہم سب کی لعنت اسپر ہو ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سب اسپر لعنت کرتے ہیں "

* کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں اور سب فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ یہ اعمال پاک اور با اخلاص ہیں ۱۲

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے کہ "ریاکار کی تین علامتیں ہیں جب اکیلا ہو تو سست ہو جب لوگوں کو دیکھے تو سرور ہو جب اس کی تعریف کریں تو عمل زیادہ کرے جب مذمت کریں تو عمل بہت کم کرے" حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ایک اور قول ہے کہ "قیامت کے دن علماء سے کہیں گے کہ کیا تمہارے ہاتھ لوگوں نے سودا بہت سستا نہیں بیچا اور کیا تمہارے کام کلاج میں مستعد نہیں رہے اور کیا پہلے تمہیں سلام نہیں کیا یعنی یہ سب باتیں تمہارے اعمال کی جزا تھیں جو تم حاصل کر چکے اور تم نے اپنے اعمال کو خالص نہیں رکھا" امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے اجازت طلب کی کہ میں صبح کے وقت لوگوں کو نصیحت کیا کروں آپؓ نے منع فرمایا اور کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہو کہ تیرے پیٹ میں اتنی ہوا بھرے کہ تو اڑ کر ثریا پر پہونچ جائے یعنی اپنے آپ کو بہت ہی عالی مرتبہ سمجھنے لگے"

اگر انسان محض رضائے الٰہی کے لئے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے اور لوگوں کی مدح و ثنا کا مطلق خیال نہ کرے تو اس کے لئے وعظ و نصیحت کرنا ضروری ہے لیکن اگر اپنی خوش تقریری اور وسعت علم کے اظہار سے لذت یاب ہونے لگے اور یہ تصور کرکے مسرور ہو کہ لوگ میری تعریف اور تعظیم و توقیر کرینگے تو ایسے واعظ کے لئے خاموشی بہتر ہی بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے نفس کو اچھی طرح کچلے اور وعظ و تقریر شروع کرکے اس طرح خاموش و مرعوب سا ہو کر ممبر سے اتر آئے کہ لوگ اسکو حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگیں اور اس کے علم و فضل اور شیوا بیانی و خوش گفتاری کے متعلق ان کا اعتقاد منہدم ہو جائے۔ نیز کبھی کبھی کوئی نہایت معمولی سا مسئلہ کسی دوسرے عالم سے مجمع عام میں استفادۃً دریافت کرے تاکہ اس کے تبحر علمی اور ہمہ دانی کا اعتقاد لوگوں کے دلوں میں باقی نہ رہے۔ اس طرح جائز طریقوں سے نفس مغرور کا علاج ہمیشہ کرتا رہے۔ بعض لوگوں نے ریا سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو ملامتی بنا لینا مناسب سمجھا اور اس طرح ایک ملامتی فرقہ قائم ہو گیا جو لوگوں کے سامنے خلاف شرع کام کرتے ہیں حالانکہ یہ خطرہ سے خالی نہیں اور دقت نظر سے دیکھا جائے تو ملامتی مسلک اختیار کرنیوالے سب سے زیادہ ریاکار و مکار

اور شیطان کے پنجے میں گرفتار ہوتے ہیں کیونکہ لوگ ان کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھکر خیال کرتے ہیں کہ یہ ریا سے بچنے کے لئے بظاہر یہ کام کر رہے ہیں ورنہ حقیقتاً تو بڑے پابند شرع اور عابد و زاہد ہیں اس طرح ان کی اور بھی زیادہ گرم بازاری ہوجاتی ہے حضرت ابراہیم ادہم رح کا قول ہے کہ جسنے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانا" حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور ہم مسیح دجال کا ذکر کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا خبر نہ دوں میں تمکو اس چیز کی جسکا ڈر مجھکو تمپر مسیح الدجال سے بھی بڑھکر ہے ہمنے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا وہ شرک خفی ہے۔ آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہو پھر اس نماز کو زیادہ بڑھے اس لئے کہ کوئی شخص دیکھ رہا ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔ یہ نماز کا ذکر بطور مثال کے فرمایا ورنہ ریا کچھ اسی صورت خاص میں منحصر نہیں ہے۔ ریا کا ڈر دجال سے اس لئے بڑھکر ہوا کہ دجال کے لئے ظاہر ہیں نشانیاں مقرر ہیں ان کو اہل علم پہچانتے ہیں اور ریا ایک نہایت مخفی چیز ہے اسی لئے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اندھیری رات میں سیاہ ٹھوس پتھر پر چیونٹی کی چال سے اسکا معلوم کرلینا جسقدر دشوار ہے اس سے زیادہ دشوار ریا کا معلوم کرلینا ہے بڑے بڑے عالم اور اہل دل ریا کے معلوم کرلینے میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ " ذرا سا بھی ریا شرک ہے" رواہ ابن ماجہ۔ بڑے ریا کا تو ذکر ہی کیا۔ آجکل ریا کی جسقدر گرم بازاری ہے اور مسلمانوں کے علماء اس مرض میں جسقدر گرفتار ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں خدا تعالیٰ نے پہلے ہی ان کی خبر دیدی تھی کہ

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝ (یوسف - ۱۲)	اور اکثر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور وہ شرک بھی ہیں۔

شعر خوانی بحث مباحثہ تمسخر اور علماء

خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا کہ

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ط إِنْ هُوَ	اور ہمنے اپنے رسول کو شاعری نہیں سکھائی اور شاعری رسول

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یس ۔ ۵ع۵) | کی شان کو شایان بھی نہ تھی یہ قرآن تو محض نصیحت ہے اور پڑھی سمجھنے کے لائق عام فہم ہدایت نامہ ہے ۔

دوسری جگہ فرمایا کہ

وَالشُّعَرَاۗءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ (الشعراء - ۱۱) | اور شاعر تو خود گمراہ ہوتے ہیں انکی پیروی بھی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں

شیطان کے فریبوں میں سے ایک بڑا فریب یہ ہے کہ واعظوں اور خطیبوں کو اس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ بغیر شعر خوانی کے لوگوں کو پند و نصیحت ہی نہیں کیجا سکتی لہذا عام طور پر ہر ایک واعظ اور خطیب اشعار کا یاد کرنا آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کے یاد کرنے سے بھی زیادہ ضروری سمجھتا ہے ۔ اگر نصیحت و تذکیر کے لئے اشعار لازمی چیز تھے تو پیغمبران خدا اشعار ہی کے ذریعہ لوگونکو توحید باریتعالیٰ کیطرف متوجہ کرتے اور سب سے زیادہ اشعار آنحضرت صلعم کو یاد ہوتے اس لئے کہ آپ ہادی کامل اور رہبر اعظم تھے ۔ پھر صحابۂ کرام رضؓ بھی جنمیں ہر ایک نجم ہدایت ہی سب کے سب اعلیٰ درجہ کے شعر خواں ہوتے لیکن خدا تعالیٰ نے تو شعر کو ہادی برحق کی شان کے منافی قرار دیا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو جو اسکو فاسد کر دے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرا ہوا ہو " مرقاۃ میں کہا ہے کہ اسمیں اشارہ ہے استیلاء شعر کی طرف کہ قرآن و ذکر و علم دین سے باز رکھے کیونکہ یہ مذموم ہے چاہے کسی قسم کے اشعار ہوں ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تھے موضع عرج میں کہ اتنے میں ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا خذوا الشیطان او امسکوا الشیطان لان یمتلی جوف رجل قیحا خیر له من ان یمتلی شعرا ۔ رواہ مسلم ۔ یعنی اس شیطان کو پکڑ دو اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ بہتر ہے اس کے لئے بمقابلہ اس کے کہ شعر سے بھرے ۔ کبھی کبھی تائید حق کے لئے شعر کہنا اور شعر پڑھنا احادیث نبوی میں اور قرآنمجید میں بھی جائز ٹھہرایا گیا ہے لیکن شعر بازی کو لازمۂ تبلیغ و وعظ ٹھہرا لینا یقیناً ناجائز اور مذموم و قبیح ہے ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم کا ایک حادی (حدی خوان) تھا جسکا نام انجثہ تھا وہ خوش آواز تھا آنحضرت صلعم

نے ایک سفر میں اسکو فرمایا رویدك یا انجشة لاتکسر القواریر (یعنی اے انجشہ تو حدی نہ کر شیشوں کو نہ توڑ) قتادہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قواریر سے مراد نساء ہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ معلوم ہوا... کہ ایسا گانا یا شعر پڑھنا جسکی آواز عورتوں تک جائے ناجائز ہے کیونکہ وہ کمزوردل ہوتی ہیں۔ ذرا سی خوش آوازی و شعر خوانی پر ان کی خیالات کے خراب ہوجانیکا اندیشہ ہے۔ شفائے قاضی عیاض میں یہ مسئلہ بالتصریح موجود ہے۔ کہ جو شخص خدائے تعالیٰ یا کسی نبی کی شان میں بے ادبی یا اہانت کا کلمہ کہے وہ کافر ہوجاتا ہے لیکن اکثر واعظ اپنی تقریروں میں ایسے اشعار پڑھتے ہیں جنمیں خدا اور اس کے رسولوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ اور نہایت بے ادبی کے الفاظ ہوتے ہیں جب واعظوں کی زبان سے ایسے کلمات سنینگے تو عوام کیوں احتیاط کرنے لگے ہیں۔ پھر اس سے بھی بڑھکر یہ کہ بعض عالم نما جاہل ایسے فقیروں کے مرید و معتقد ہوتے ہیں جو نماز روزہ کو برا کہتے اور خدا تک کو گالیاں دے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب کی باتوں کو لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں یہ تو ظاہری شریعت کے پابند ہیں اور حقیقت و معرفت دوسری چیز ہے گویا وہ علی الاعلان اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت صحابہ کرام رضؓ کو تعلیم فرمائی اور جو کلام الٰہی لوگونکو پہنچایا یہ سب نعوذ باللہ نمائشی باتیں تھیں اور حقیقت کچھ اور ہی تھی۔ ایسا کہنے اور یقین کرنیوالا آنحضرت صلعم کی شان میں سخت گستاخی کا مرتکب اور دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلعم تو شرابی کو ملعون و مردود قرار دیں اور یہ اپنے شرابی پیر کو مقرب بارگاہ الٰہی بتائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ گانیوالوں کے کاندھوں پر دو شیطان مسلط ہوتے ہیں جب تک وہ گانے سے فارغ نہ ہوں لات مارتے رہتے ہیں۔ نوادر الاصول میں حضرت ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی دنیا میں گانا سنتا ہو اسے اجازت نہ ہوگی کہ جنت میں گانا سنے۔ تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحؒ نے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى کی تفسیر کے تحت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کوئی کام

جو جاہلیت والے کرتے تھے کرنا نہ چاہا مگر دو وقت اور دونوں وقتوں میں لطف الٰہی نے مجھے وہ دونوں کام نہ کرنے دیئے وہ کام یہ تھے کہ ایک دن قریش کے ایک نوجوان کو مکہ کے باہر میں نے کہاکہ میری بکریوں کی خبرداری رکھنا شہر مکہ میں کئی نوجوان مل کر بیٹھے ہیں اور کہانیاں کہہ رہے ہیں میں بھی جاکر کہانیاں سنوں جب اس ارادے سے مکہ میں داخل ہوا تو پہلے ہی گھر میں جو سر راہ تھا گانے کی آواز سنی معلوم ہوا کہ کوئی شادی ہے یہ سنکر میں گیا اور چاہاکہ بیٹھکر تماشا دیکھوں اور گانا سنوں بیٹھتے ہی خدا تعالیٰ نے مجھپر نیند طاری کردی کہ دن نکلنے تک نہ جاگا جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مجلس برخاست ہوگئی۔ پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی موقع گانے اور تماشے کا ہوا اس مرتبہ بھی نیند حائل ہوگئی اور میں بچ رہا پھر اس کے بعد کبھی میرے دل میں خیال بھی نہیں آیا۔ یہانتک کہ خدا تعالیٰ نے مجھے رسالت اور پیغمبری سے سرفراز کیا۔

علمائے اسلام اور مبلغین اسلام کو مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں اور کبھی آپسمیں ہی افہام تفہیم اور احقاق حق کے لئے مباحثہ و مناظرہ کی ضرورتیں پیش آجاتی ہیں اس کے لئے خدائے تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے کہ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ۚ (النحل۔ رکوع ۱۶)	اے رسول لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کیطرف بلا اور انکے ساتھ بحث بھی کرنی پڑے تو ایسی طور پر کر کہ وہ لوگوں کی نزدیک بہت ہی پسندیدہ ہو

اور پھر فرمایاکہ

وَقُلْ لِّعِبَادِىْ يَقُوْلُوا الَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۶)	اور اے رسول ہمارے بندوں یعنی مسلمانوں کو سمجھادو کہ مخالفین سے کوئی بات کہیں تو اسطرح کہیں کہ وہ اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو کیونکہ شیطان سخت بات کہلوا کر لوگوں میں لڑوا دیتا ہے اور اسمیں شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اور پھر فرمایاکہ

اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ	اے رسول مخالفوں کی مدافعت ایسے برتاؤ سے کر جو بہت پسندیدہ

اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ۝ (المؤمنون - رکوع ۶) | معلوم ہو اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں ہم اس سے خوب واقف ہیں

اور فرمایا کہ

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (العنکبوت - رکوع ۵) | اور مسلمانوں اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو مگر ایسی طرح پر کہ وہ نہایت ہی عمدہ اور شائستہ ہو۔

اور فرمایا کہ

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ (حم السجدہ - رکوع ۵) | برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو اگر ایسا کرو گے تو دیکھو گے کہ تمہارے اور جس شخص کے درمیان عداوت تھی وہ تمہارا دلسوز دوست بنگیا اور ایسے حسن اخلاق کی توفیق انھیں لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ مرتبہ انھیں کو دیا جاتا ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی سے بیجا بحث مت کرو۔ اور ہنسی مذاق بھی نہ کرو اور وعدہ خلافی بھی نہ کرو۔ رواہ الترمذی۔ پھر فرمایا کہ آدمیوں میں سب سے زیادہ دشمن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو بڑا لڑاکو اور جھگڑالو ہے رواہ البخاری الترمذی والنسائی۔

علما رسوء کی عموماً یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ مخاطب کے ساتھ شروع ہی سے ترشروئی اور بدخلقی کے ساتھ پیش آتے۔ ضد اور فضول جھگڑا کرنے کو خوبی سمجھتے ہیں۔ مخاطب کی تحقیر طنزیہ گفتگو۔ ضلع جگت اور پھبتی وغیرہ کو اپنا کمال اور موجب فخر یقین کرتے ہیں حالانکہ دین کی باتیں نہایت دلسوزی اور محبت سے سمجھانی چاہئیں اور دلائل اس طرح بیان ہوں کہ عقل و خرد تسلیم کریں انکار نہ کرے۔ امور دین میں کج بحثی کرنے سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ امام غزالی رحمہ نے اپنے زمانے کے عالموں کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لوگ جدل و مناظرہ میں یا تعصب مذہب میں یا فتاوے خصومات خلق میں یا اور علوم میں جو انھیں دنیا سے آخرت کیطرف اور حرص سے قناعت کیطرف اور ریا سے اخلاص کی جانب اور غفلت و ایمنی سے خوف و پرہیزگاری کی جانب نہیں بلاتے تمام

عمر ضائع کر دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ علوم یہی ہیں اور جو کوئی علوم باطنی کی طرف متوجہ ہو اُسے کہتے ہیں کہ یہ علم سے منکر اور مہجور ہے " صحف الغزالی میں امام صاحب ممدوح نے لکھا ہے کہ " نصیحت کرنا اور نصیحت کی درخواست کرنا یہ دونوں آسان ہیں مگر نصیحت کو قبول کرنا اور اسپر کاربند ہونا دشوار ہے خاصکر ان لوگوں میں جو علمی فضیلت کی تحصیل میں مصروف ہیں اس لئے کہ وہ عموماً یہی خیال کرتے ہیں کہ صرف تحصیل علم ہی انکی نجات کا وسیلہ ہوگا چنانچہ عموماً یہ لوگ عمل سے بالکل مستغنی اور بے پروا ہوا کرتے ہیں حالانکہ زیادہ تر اسی کی حاجت ہے کیونکہ علم کیوجہ سے ان پر سختی کے ساتھ حجت قایم ہوجاتی ہے، سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن اس عالم کو ہوگا جو اپنے علم سے نفع نہ پائے - پس اگر تم اُخروی سعادت کے خواہاں ہو تو ایسا موقع نہ آنے دو کہ علم تم پر حجت ہوجائے لہذا حسب ذیل چار باتوں سے پرہیز اختیار کرو۔

اول یہ کہ مناظرہ نہ کرو۔ فن مناظرہ کے لئے محنت کرنے اور مناظرہ کی قوت بہم پہنچانے سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوتا اور اسمیں آفتیں بہت ہیں۔ اسکا گناہ اس کے فائدے سے بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ ریا۔ حسد۔ فخر وغیرہ اس سے پیدا ہوتے ہیں اگر مناظرہ کی ضرورت ہی پیش آجائے تو دو باتونکا خیال رکھنا ضروری ہے (۱) تم اس میں کوئی فرق نہ کرسکو کہ امر حق تمہاری زبان سے ظاہر ہوتا ہے یا تمہارے مخالف کی زبان سے۔ (۲) اس مباحثہ یا مناظرہ کو تم خلوت میں کرنا پسند کرو نہ مجمع عام میں۔ دوم یہ کہ وعظ گوئی نہ کرو۔ اسکو اپنا پیشہ نہ بناؤ اگر خویش و اقارب اور دوست احباب کی بہبودی کے لئے وعظ کہنا پڑے تو دو چیزوں سے بچتے رہو (۱) متکلفانہ فصاحت۔ عبارت آرائی اور قافیہ بندی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ تکلف کرنیوالوں کو خدائے تعالیٰ دشمن رکھتا ہے۔ قافیہ کا تکلف دل کی غفلت اور باطن کی خرابی کی دلیل ہے۔ وعظ گوئی کے تو یہ معنی ہیں کہ آخرت کی مصیبت کے خوف کی آگ دل میں بھڑکنے لگے اور انسان کو بیقرار کردے۔ اس آگ کے جوش اور اس مصیبت کے نوحہ کو وعظ و نصیحت کہتے ہیں۔ اگر سیلاب کسی کے گھر کے دروازے تک پہنچ جائے اور اس کے اہل و عیال اور مال و متاع کو برباد کرنے لگے

اور اسوقت ایک مناوی شور مچانے لگے کہ بھاگو، بھاگو سیلاب آگیا۔ تو اس منادی کو اُسوقت کوئی مقفی اور مسجع عبارت نہ سوجھے گی بس یہی مثال لوگوں کے سامنے وعظ بیان کرنیکی ہونی چاہیئے (۲) واعظ کی یہ خواہش ہرگز نہ ہونی چاہیئے کہ میری خوش بیانی و قادر الکلامی و بذلہ سنجی سے سامعین نعرے لگائیں اور جھومنے لگیں اور میرے وعظ کی دھوم مچ جائے یہ ریا کی دلیل ہے واعظ کو حاضرین مجلس کی اصلاح حالت کے لئے حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے یعنی ان کو دنیا سے آخرت کیطرف اور حرص سے زہد کی طرف اور غفلت سے بیداری کیجانب متوجہ کرے۔ تاکہ جب مجلس برخاست ہو تو لوگوں کے باطنی اوصاف میں کچھ نہ کچھ تغیر پیدا ہو جائے۔

سوم یہ کہ کسی بادشاہ کو سلام نہ کرو اور بادشاہوں کے ساتھ اختلاط نہ کرو کیونکہ شاہی اختلاط و مجالست کا فتنہ بڑا ہی خطرناک ہوا کرتا ہے۔

چہارم یہ کہ سلاطین سے کسی چیز کا سوال نہ کرو اگرچہ وہ حلال و جائز ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کے مال و جاہ میں طمع کرنا اکثر فساد دین کا باعث ہو جاتا ہے بسا اوقات سلاطین کے دیئے ہوتے جاہ و مرتبہ کیوجہ سے نفاق اور ظلم وغیرہ کی رعایت کرنی پڑتی ہے اور یہ سب انسان کی ہلاکت کے اسباب ہیں۔ اور یہ چار امور ہیں جن سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

عام طور پر علماء سوء تمسخر۔ استہزاء اور لطیفہ گوئی کو اپنا کمال اور لوگوں پر پھبتیاں اڑانے اور اپنے سامعین کو ہنساتے ہنساتے لٹا دینے کو اپنی کامیابی یقین کرتے ہیں حالانکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ	مسلمانو! کوئی گروہ کسی گروہ پر نہ ہنسے عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک انسے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستی ہیں وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو ایمان لانے کے بعد بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے اور جو ان حرکات سے باز نہ آئیں تو وہی

بَعْدَ الْاِیْمَانِ ج وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہ (الحجرات - رکوع ۲۶)	خدا تعالیٰ کے نزدیک ظالم و گنہگار رہیں -

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "آدمی بعض بات صرف اسی لئے کہتا ہے کہ لوگ اس بات کو سنکر ہنسیں اور وہ اس بات کی وجہ سے اتنی دور جا پڑتا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ سے بھی زیادہ دور ہے" رواہ بیہقی۔ مطلب یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ہو جاتا اور دوزخ میں جا گرتا ہے - صحیح ترمذی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "حیا اور لحاظ کے ساتھ بات کہنا ایمان کی دو شاخیں ہیں اور فحش و بدزبانی اور بیدھڑک بات کہنا نفاق کی دو شاخیں ہیں" ایک حدیث میں آیا ہے کہ میں اور میرے پرہیزگار امتی تکلف اور بناوٹ سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اسی لئے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے "اگر کسی مجلس میں کوئی شخص مسخرگی کی باتیں کر کے لوگوں کو ہنسائے تو اس مجلس سے فوراً اٹھکر چلے جانا چاہئے" بالخصوص جب کوئی واعظ ہنسی اور تمسخر کی باتیں کرے اور لوگوں کو ہنسانے کے لئے لطیفہ گوئی شروع کرے تو بلا تامل اس مجلس وعظ سے اٹھکر چلدینا نہایت ضروری اور ثواب کا کام ہوگا اس لئے کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ حدیث کی موافق پرہیزگار امتیوں میں شامل ہونیکی کوشش کا ثواب اور دوسری طرف اس بیہودہ واعظ کو ایک قسم کی ہدایت کا اجر بھی مرتب ہوگا۔

حدیث سعد بن ابی وقاص ؓ میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ قَوْمٌ یَاْکُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ کَمَا تَاْکُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِهَا۔ رواہ احمد یعنی قیامت قایم نہ ہوگی یہانتک کہ ایک قوم نکلیگی جو زبان کے وسیلے سے اپنا پیٹ بھریگی۔ جس طرح کہ گائے اپنی جیب سے کھاتی ہے - ان لوگوں سے مراد یقیناً ہمارے زمانہ کے پیشہ ور واعظ ہیں جو اپنی چرب زبانی شعر خوانی اور لطیفہ گوئی سے عوام کو خوش کر کے اپنے وعظ کی مزدوری انسے طلب کر لیتے ہیں اور اس چالاکی و سخن سازی ہی کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہیں - ان لوگوں کی کمائی یقیناً اکل بالباطل اور مال حرام میں داخل ہے - ترمذی و ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما تتخلل الباقرۃ بلسانہا۔ یعنی خدا تعالیٰ دشمن رکھتا ہے مرد بلیغ کو جو زبان چلاتا ہے گائے کی طرح۔ اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ مراد بلیغ سے وہ شخص ہے جو خوب منہ بھر بھر کر باتیں بناتا ہے اور زبان کو گائے کی مانند دانتوں کے گرد پھیرتا ہے یعنی کلام میں اظہار فصاحت کے لئے تکلف کرتا ہے اور اپنے زور تقریر سے دھوکا دیکر اپنا کام نکالتا ہے۔

علمائے سوء عموماً اپنی بد اعمالیوں کو حسن عمل قرار دیکر اور اپنی جہالت کو علم سمجھکر علمائے ربانی سے مجادلہ ومکابرہ پر بھی مستعد رہتے اور عوام کالانعام کو اپنا حمایتی دیکھکر کج بحثی و بدزبانی و بدلگامی سے کام لیتے اور کتاب وسنت یعنی خدا اور رسول کو حکم بنانے سے ہمیشہ گریز کرتے اور قرآن وحدیث کے ذریعہ فیصلہ کرنے کے عوض دوسروں کے اقوال و اعمال اور باپ دادا کی قایم کردہ رسموں کو چمٹے رہتے ہیں خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ

وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝ فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ (النجم - ۲)	اور انکو حقیقت کا تو کچھ علم ہی نہیں محض اٹکل پر چلتے ہیں اور اٹکل کی حالت یہ ہے کہ وہ حق اور سچ بات کے مقابلہ میں کچھ بھی کارآمد نہیں پس اے رسول جو شخص ہمارے ذکر یعنی قرآن مجید سے روگردانی اختیار کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اسکو کسی بات سے غرض نہ ہو تو ایسے لوگوں کی ذرا بھی پروا نہ کر کیونکہ انکی علم کی رسائی یہیں تک ہے۔

اور فرمایا

وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ۝ (الاحقاف - رکوع ۲)	اور جب قرآن مجید کے ذریعہ سے انکو ہدایت نہ ہوئی تو اب اسکو سوا اور کیا کہینگے کہ یہ تو ایک قدیمی جھوٹ ہے۔

اور فرمایا

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۝ (یونس)	سو یہ لوگ اس پہلو سے گریز کر کے اس چیز کو جھٹلانے لگے جسکے سمجھنے پر انکو دسترس نہ ہوئی اور ابھی تک اسکی تصدیق کا موقع ہی انکو میسر نہیں آیا

اور فرمایا

إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا

(الکھف - رکوع ۸)

ہم ہی نے انکے دلوں پر پردے ڈالدئیے ہیں تاکہ حق بات کو سمجھ نہ سکیں اور انکے کانوں میں ایک طرح کی گرانی پیدا کر دی ہے کہ حق بات کو سن نہ سکیں اور اے رسول اگر تو ان لوگوں کو راہ راست کیطرف بلائے تو یہ کبھی رو براہ ہونے والے نہیں۔

اور نیک اعمال لوگوں کی صفت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝

(القصص - رکوع ۶)

اور جب کسی سے لغویات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کش ہو جاتی ہیں اور ایسے جاہلوں سے کہدیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمکو اور تمہارے عمل تم کو ہم تو تمکو دور ہی سے سلام کرتے ہیں ہم جاہلوں کے لگو نہیں

اتحاد بین المسلمین اور علماء

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

(آل عمران - رکوع ۱۱)

اور سب ملکر مضبوطی سے اللہ کے دین کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہو اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم ایکدوسرے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اسکے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے یعنی دوزخ کے کنارے آلگے تھے پھر اسنے تمکو اس سے بچالیا اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھولکر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔

اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دین کی رسی یعنی کتاب و سنت کو مضبوط پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو معلوم ہوا کہ اتحاد و اتفاق اسی طرح

قایم رہ سکتا ہے کہ سب کا قبلۂ توجہ ایک ہو اور وہ کتاب وسنت کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا اور کتاب وسنت کی اتباع ہی سے انسان سچا پکا مسلمان بن سکتا ہے اگر اس حبل اللہ کو چھوڑ دیا جائیگا تو وہی تفرقہ کی حالت جو دوزخ کے کنارے پہونچا دیتی ہے پیدا ہو جائیگی۔ پھر اس آیت سے اگلی آیت میں اس حبل اللہ پر قایم رہنے کی تدبیر بتائی کہ

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥	اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئیے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام کرنیکو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور ایسے لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے

(ال عمران - رکوع ۱۱)

یعنی اتحاد بین المسلمین اسی طرح قایم ہو سکتا ہے کہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور کتاب وسنت پر قایم رہنے کی تدبیر یہ ہے کہ داعی الی الخیر جماعت یعنی ایسے علمائے ربانی جو لوگوں کو خیر (کتاب وسنت) کی طرف بلانیوالے ہوں مسلمانوں میں ہمیشہ موجود رہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو تفرقہ اور فرقہ بندی سے بچانا علماء اور واعظین ہی کا کام ہے۔ لیکن آج مسلمانوں میں فرقہ بندی اور نا اتفاقی کے طوفان امڈے ہوئے نظر آرہے ہیں جسکا سبب علماء کی نالایقی اور فرض ناشناسی کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدائے تعالےٰ نے مذکورہ دونوں آیتوں کے متصل ہی اگلی آیت میں ہدایت فرمائی تھی کہ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ط وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ٥	اور اُن جیسے نہ بنو جو آپس میں ایک دوسرے سے متفرق ہو گئے اور اپنے پاس کھلے کھلے احکام آنے کے بعد بھی آپسمیں اختلاف کرنے لگے اور یہی لوگ ہیں جنکو بہت بڑا عذاب ہوگا۔

(ال عمران - ۱۱)

جس طرح بنی اسرائیل یعنی یہود ونصاریٰ نے الٰہی ہدایت ناموں اور خدائے تعالےٰ کی طرف سے آئی ہوئی صاف صاف ہدایات کو نظر انداز کر کے آپسمیں اختلاف پیدا کیا تم اس طرح اختلاف وافتراق پیدا نہ کر لینا۔ مگر علمائے اسلام نے بھی وہی روش

بنی اسرائیل والی اختیار کی اور حقیقی و اصلی چیز یعنی قرآن مجید کو پس پشت ڈالکر ظنی اور غیر حقیقی چیزوں کے پیچھے چلنے لگے اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ خدائتعالیٰ نے سورۂ انعام کے آخری رکوع میں نہایت صاف الفاظ میں قرآن مجید کی پیروی کا حکم دیکر اور یہود و نصاریٰ کے طرز عمل سے ڈراکر اور قرآن مجید کی طرف سے غفلت اختیار کرنے کے بدنتیجہ سے آگاہ فرماکر بتایا کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

(الانعام - ۲۰)

اے رسول جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے تمکو ان کی جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں انکا معاملہ خدا کے حوالے وہ انکا حساب لیگا پھر جو کچھ دنیا میں کیا کرتے تھے اسکا نیک بد ان کو بتادیگا۔

پھر قرآن مجید کیطرف سے غفلت و بے پروائی اختیار کرنے کے بدنتیجہ کو اسطرح بیان فرمایا کہ

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(الزخرف - رکوع ۴)

اور جو شخص خدائے رحمٰن کے ذکر (کلام خدا) سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اسپر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں اور وہ اسکے ساتھ رہتا ہے اور باوجودیکہ شیاطین گنہگاروں کو راہ خدا سے روکتے رہتے ہیں تاہم گنہگار اپنی نسبت خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

مطلب یہ کہ قرآن مجید کیطرف سے اعراض و اغماض اختیار کرنیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان پر گمراہ کرنیوالی طاقت کا تسلط ہو جاتا ہے اور شیطان اسکو صراط مستقیم سے جدا کرکے گمراہ کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا رہتا ہے کہ میں راہ راست پر ہوں پھر فرمایا کہ

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؕ

(المجادلہ - رکوع ۳)

شیطان ان پر غالب آگیا ہے اور اسنے انکو اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے یہ ایک شیطانی گروہ ہے دیکھو یاد رکھو کہ شیطانی گروہ ہی آخر کار برباد ہونیوالا ہے۔

مطلب یہ کہ قرآن مجید کیطرف سے غافل اور بے پروا ہو کر انسان شیطانی لشکر میں شامل

ہو جاتا ہے۔ اب بات بالکل صاف ہو گئی کہ مسلمانوں میں یہ جسقدر فرقہ بندی، افتراق اور تشتت موجود ہے سب قرآن مجید کیطرف سے غفلت اختیار کرنیکا نتیجہ ہے اور شیطان نے قرآن مجید کی جگہ دوسری ظنی چیزوں یعنی اماموں استادوں پیروں اور بزرگوں کے اقوال و اعمال کو قرآن مجید ہی کی طرح ضروری بلکہ قرآن مجید سے بھی زیادہ ضروری ٹھہرا کر فرقہ بند علماء کو انہیں چیزوں کا تبع بنا کر اور قرآن مجید کیطرف سے انکی توجہ کو ہٹا کر اسلام اور ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ اور بہت سے جتھوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا اور ہر گروہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھنے لگا۔ کُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (یونس - رکوع ۴)

اور ان لوگوں میں کے اکثر تو صرف گمان اور اٹکل پر چلتے ہیں سو اٹکل بازیاں حق کی مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں آتیں یہ لوگ جیسی حماقتیں کر رہے ہیں خدا تعالے انسے خوب واقف ہی۔

جبکہ مسلمانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے عالم کہلانیوالے جاہلوں نے قرآن مجید کو چھوڑ کر ظنیات کو بنیاد مذہب قرار دے لیا تو ہدایت کے راستے مسدود اور کامیابی کی دروازے مقفل ہو جانے پر تعجب ہی کیوں ہو۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا (الکہف - ۸)

اور اس سے بڑھکر ظالم کون جسکو خدا کی آیتیں یاد دلائی جائیں اور وہ انسے روگردانی کرے اور اپنی پہلی کرتوتوں کو بھولجائے ہم نے انکے دلوں پر پردے ڈالدئیے ہیں تاکہ حق بات کو سمجھ نہ سکیں اور انکے کانوں میں ایکطرح کی گرانی پیدا کر دی ہے کہ حق بات کو سن نہ سکیں اور اے رسول اگر تو ان لوگوں کو راہ راست کی طرف بلائے تو یہ کبھی براہ ہونیوالے نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انما اخاف علی امتی الائمۃ المضلین۔ رواہ ابو داؤد والترمذی۔ یعنی مجھے اپنی امت کے متعلق ڈر انہیں گمراہ کرنیوالے اماموں کا ہے کہ امام اور پیشوا بنکر لوگوں کو گمراہ کرینگے عام طور پر مسلمانوں کے عالموں اور مولویوں نے حق کی اشاعت و حمایت کو ترک کرکے اپنے اپنے جتھے اور اپنے اپنے گروہ کی بیجا حمایت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی فرقہ بندی و نا اتفاقی کو

مستقل اور پائدار بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مَنْ نصر قومہ علیٰ غیر الحق فھو کالبعیر الذی ردی فھو ینزع بذنبہ۔ رواہ ابو داؤد۔ یعنی جو کوئی اپنی قوم کی مدد کسی امر ناحق پر کرتا ہے اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کنویں میں گر گیا ہو اور پڑا ہوا دم ہلا رہا ہو۔ مسلمانوں کی نا اتفاقی اور گروہ بندی کا باعث صرف وہی لوگ ہیں جو مذہبی پیشوائی کے مدعی ہیں یہی لوگ اگر راہ راست پر آجائیں تو مسلمان اس تشتت و افتراق کی لعنت سے نجات پا سکتے ہیں اور ان کے راہِ راست پر آنے کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ ان کو کتاب و سنت کیطرف متوجہ کیا جائے اور ان کو کتاب و سنت کیطرف متوجہ کرنیکے لئے عام مسلمان بھی اس طرح بہت کچھ موثر کوشش کر سکتے ہیں کہ انکی ہمت افزائی ترک کر کے ان کی خواہشات نفسانی کو پورا نہ ہونے دیں اور ان عالم نما فتنہ پردازوں اور پارسا صورت فاسقوں کی حقیقت سے واقفیت و آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور محض ان کے جبہ و دستار اور ریش و عصا و تسبیح اور چرب زبانی و خوش گفتاری و خوش الحانی کے فریب میں آنے سے اپنے آپ کو بچائیں مولوی رومی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

شیخ سعدیؒ شیرازی اسی مفہوم کو ایک دوسرے انداز میں ادا فرماتے ہیں کہ ؎

بہ نزدیک من شب روِ راہ زن   بہ از فاسقِ پارسا پیرہن

مصر کے ایک عالم شیخ محمد ابو زید نے شیخ الاسلام مفتی ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب زاد المعاد کا خلاصہ ھدی الرسول کے نام سے شایع کیا اور مولینا عبد الرزاق ملیح آبادی نے اسوۂ حسنہ کے نام سے اسکا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ میرے پاس اسوقت یہی اردو ترجمہ موجود ہے۔ مصری عالم شیخ محمد ابو زید جو کچھ اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں میں اس کے ایک حصہ کا ترجمہ اسوۂ حسنہ سے نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ

جب ہم علماء کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ لوگوں کو اس ہدایت کی تلقین کرو اس صراط مستقیم کیطرف دعوت دو تاکہ سب ایک پیشوا (کتاب و سنت) کے زیر علم آجائیں جو ان میں اتفاق اور یگانگت پیدا کر کے اختلاف و افتراق کو

دور کردے اور دین اسلام اپنی تمام سہولتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو اور اپنے عمل کی آسانیوں کے ساتھ مغرب و مشرق، شمال و جنوب میں سیل رواں کی طرح پھیل جائے۔ جب یہ صدا بلند کیجاتی ہے تو اُدھر سے جواب ملتا ہے کہ تم اجتہاد کی دعوت دیتے ہو۔ مذاہب اربعہ کے خلاف عَلَم بغاوت بلند کرتے ہو۔ ائمہ اربعہ کے فضل و تقدس پر حرف گیری کرتے ہو یہ کرتے ہو وہ کرتے ہو۔ حالانکہ ہم کوئی نئی بات نہیں کہتے صرف وہی کہتے ہیں جسکا بار بار خود اللہ تعالے نے حکم دیا ہے یعنی سنت نبوی کی پیروی۔ ائمہ اربعہ کو ہم کیا سمجھتے ہیں؟ اپنا سر تاج۔ ہمارا یقین ہے کہ ائمہ اربعہ اور ان کے قبل و بعد کے تمام ائمہ کا ہم مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے انھوں نے دین کی حفاظت کی اور بے کم و کاست ہم تک پہنچا دیا لہذا ہم ان کی حد سے زیادہ تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کے احسانات کے لئے شکر گزار رہتے ہیں لیکن اس کی معنی یہ نہ ہونا چاہیئے کہ ہم ان کی آراء و اقوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر ترجیح دینے لگیں۔ خود ائمہ اربعہ نے بھی ہمیں ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ رسول صلعم کا قول سامنے آجائے تو ہمارے قول کو چھوڑ دو۔ کیوں نہیں۔ یہ لوگ سنت کے سب سے زیادہ پابند اور سب سے بڑے داعی تھے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان ائمہ نے محض اپنی آراء و اقوال کے لئے مذہبی کتابیں تصنیف کیں۔ اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کی ہدایت کی بلاشبہ ہر ایک نے اُن احادیث کی ایک ایک سند چھوڑی ہے جو ان تک پہنچی تھیں اور جن سے وہ مسائل کا استنباط کرتے تھے۔ باقی اور جسقدر کتابیں ان کی طرف منسوب ہیں ان کی نہیں ہیں۔ بعد کے لوگوں نے تصنیف کی ہیں تاکہ ان کے اجتہادات مدون کریں اور ان کے فتاوئے پھیلائیں۔ پھر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان کتابوں کی تعداد بڑھتی گئی لوگوں نے نئے نئے مسائل اور نئے نئے احکام کا اختراع شروع کر دیا۔ یہانتک کہ ہزارہا مجلدات کا ذخیرہ

جمع ہو گیا کہ جن کے مؤلفین شارحین اور محشین کے ناموں کا شمار بھی مشکل ہے، کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں اور اسمیں بھی کوئی ہرج نہیں کہ علماء ان سے ورزش ذہن اور توسیع فکر کا فائدہ اُٹھائیں اور اختلاف حالات سے پیدا ہو جانیوالے مسائل میں ان کے مؤلفین کی آراء سے بصیرت حاصل کریں۔ ہر زمانہ میں علماء کا فرض ہے کہ قوم کی سیاسی۔ اقتصادی۔ معاشرتی، اخلاقی ضرورتوں پر غور کریں۔ وسائل ترقی معلوم کریں اور انمٹ کے لئے ایسے اصول و قواعد وضع کریں جو اصول دین کے مطابق ہوں۔ اسلامی شریعت دو قسم کے احکام پر مبنی ہے۔ ایک قسم تو ایسے احکام کی ہے جنمیں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا وہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتے ہیں جیسے روزہ۔ نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات کہ جنکی ایک خاص شکل اللہ تعالیٰ نے مقرر کردی ہے جسمیں کسی تبدل کی گنجایش نہیں اور پھر اسکی کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ عبادات اپنی موجودہ ہیئت و احکام کے ساتھ ہی مفید ہیں یہ ہمیں یکجہتی کی طرف لیجاتی ہیں۔ ہمارے اندر نظام اور ڈسپلن (ضبط) پیدا کرتی ہیں۔ ہمیں ان تمام اجتماعی ترقیوں کے لئے تیار کرتی ہیں جو ہر زندہ قوم کے لئے ضروری ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں جو احکام اول دن سے دیدیئے ہیں وہی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہینگے۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

دوسری قسم اُن احکام و مسائل کی ہے جو امت کے عام دنیاوی حالات و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً صلح و جنگ۔ بین الاقوامی تعلقات۔ تعلیم و تربیت، تجارت، صنعت و حرفت۔ تعزیرات وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ حالات کبھی ایک حالت پر نہیں رہتے ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ ان کے بارے میں شریعت کے احکام بھی اٹل نہ ہوں چنانچہ شریعت نے یہی کیا ہے۔ اس نے ان کے لئے عام اصول و قواعد تو وضع کر دیئے ہیں لیکن جزئی و تفصیلی احکام دینے

سے احتراز کیا ہے تاکہ امت کے لئے دنیاوی ترقیوں کا راستہ پوری طرح باز رہے
ایک طرف شریعت نے یہ کیا اور دوسری طرف علماء اور اہل الحل والعقد پر
فرض کر دیا کہ مختلف حالات میں اپنے فہم و اجتہاد سے قوانین بناتے رہیں۔ رسول
اللہ صلعم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے زمانہ کے حالات کے لئے قوانین
وضع کرتے تھے جن میں ان کلی اصول کی پابندی ملحوظ رہتی تھی جو اللہ کی شریعت
نے مقرر کر دیئے ہیں۔ یہ اصول اپنے منطوق و مفہوم میں اتنے وسیع و ہمہ گیر
ہیں کہ ان تمام گوناگوں حالات کو محیط ہو جاتے ہیں جو امتداد زمانہ سے
برابر بدلتے رہتے ہیں پس ہمارے زمانہ کے علماء کا بھی فرض ہے کہ امت
کی باگیں اپنے ہاتھ میں لیں۔ شریعت کے کلی اصول کے ماتحت حسب ضرورت
نئے نئے قوانین بنائیں یہ نہ ہو کہ ہر نئی بات کے سامنے پتھر کیطرح سخت ہو جائیں
قوم پر ترقی کا راستہ بند کرنے لگیں۔ تکفیر و تفسیق کے فتوے جیبوں میں لئے
پھریں اور ہر مخالف کو ملحد و زندیق کے نام سے پکارنے لگیں نیز ایسے بھی نہ ہو جائیں
کہ ہر مغربی چیز کے دلدادہ بن جائیں اور تقلید یورپ میں شریعت اور خصوصیات
امت کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کی بربادی کے باعث نہیں بلکہ ان کا راستہ
درمیانی اور معتدل راستہ ہو۔ نہ افراط ہو نہ تفریط۔ ایک طرف امت کا رشتہ
شریعت سے جوڑے رہیں۔ دوسری طرف زندگی کے تمام شعبوں میں اسکی رہنمائی
و قیادت کریں۔ اس صورت میں کتب فقہ علماء کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ وہ
انھیں دیکھیں اور معلوم کریں کہ دوسرے زمانوں میں علماء نے کس طرح قانون
بنائے۔ نئے حالات میں کیا حکم دئے اگر ان کے قوانین و فتاوی میں اس زمانہ
کے علماء کو کوئی چیز پسند آجائے اور سمجھیں کہ آج بھی امت کے لئے مفید ہوگی تو
فوراً لے لیں یا کچھ قطع و برید کر کے مناسب حال بنالیں ورنہ چھوڑ دیں۔ یہ تو
کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت
شروع کر دیں۔ ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں اور اختلاف کرنیکو ناقابل معافی گناہ

سمجھیں لیکن افسوس ہمارے زمانہ کے علماء نے امت کی رہنمائی کا فرض بالکل پس پشت ڈالدیا ہے اپنے اوپر عجز و نااہلی کی مہر لگالی ہے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے تن آسانی کے دلدادہ ہو رہے ہیں اسی لئے محنت کرنے کی بجائے ان کتابوں ہی کو قبلۂ حاجات قرار دے لیا ہے اور ان کی غلامی و اسیری کچھ اس طرح بھاگئی ہے کہ آزادی کا نام تک نہیں لیتے۔ افسوس ہمارے علماء خود پست ہو گئے ہیں۔ امت کی پستی کا باعث ہوئے ہیں اور اپنی تنگدلی و تنگ نظری سے خود مذہب کو پست کر رہے ہیں۔ پھر ستم یہ ہے کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کی اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں۔ اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کفایت کرتی ہے تو اس پر زندیقیت اور خروج عن الملت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ ائمہ کرام نے اسے نہ کبھی پسند کیا۔ نہ اس پر عمل کیا اور نہ کسیکو ایسا کرنیکا حکم دیا۔"

پھر اپنی اسی کتاب کے خاتمہ میں مذکورہ مصری عالم فرماتے ہیں کہ

"آج مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں پست ہیں حتیٰ کہ مذہب اور مذہبی تعلیم میں بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ وہ ایسی کتابوں کے درس و تدریس میں مشغول ہیں جنھوں نے انھیں قرآن سے دور لیجا ڈالا ہے اب کتاب اللہ کی تلاوت ہدایت و عمل کے لئے نہیں صرف تبرک کے لئے رکھی ہے۔ حالانکہ اگر ہماری مشغولیت قرآن میں ویسی ہی ہوتی جیسی سلف صالح کی تھی تو آج یہ حالت نہ ہوتی کہ ہم پست ہیں اور اغیار بلند۔ کاش ہم جانتے کہ اغیار کی یہ تمام ترقی و سربلندی انھیں اصولوں کی پابندی کی بدولت ہے جو قرآن ہمارے لئے لایا تھا مگر ہمنے ان سے روگردانی کی اور اغیار نے باوجود کافر ہونے کے انکا خیر مقدم کیا اور تمام دنیا پر چھاگئے"

مصری عالم شیخ محمد ابوزید نے اوپر علمائے مصر کا حال لکھا ہے جو حرف بحرف علمائے ہندوستان پر بھی منطبق ہوتا ہے۔

صبر و استقامت اور علماء

انبیاء علیہم السلام کی متفقہ سنت ہے کہ ہر نبی کی مخالفت ضرور ہوئی اور مصیبتوں کے بادل ہر ایک نبی پر ضرور امنڈ کر آئے اور انبیاء علیہم السلام نے صبر اور استقامت سے کام لیا اور اپنے فرض کی انجام دہی سے باز نہیں رہے۔ خدائے تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا (الانعام۔ ۴)

اور اے رسول تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں پس انھوں نے لوگوں کو جھٹلانے پر اور انکی ایذا دہی پر صبر کیا یہانتک کہ ہماری مدد انکے پاس آپہونچی۔

اسی طرح علمائے ربانی اور اعیان حق پر بھی جو انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہوتے اور اعلاء کلمۃ الحق کا کام انجام دیتے ہیں۔ مصائب ضرور آتے ہیں اور ان کی مخالفت میں شیطانی لشکر ضرور صف آراء ہوتا ہے جسطرح انبیاء علیہم السلام کو باطل کے فرزندوں سے گالیاں سننی پڑتی اور انواع و اقسام کے بہتانوں اور طرح طرح کی اذیتوں سے واسطہ پڑتا ہے اسی طرح علمائے ربانی کو بھی یہ تمام مرحلے لازماً طے کرنے پڑتے ہیں۔ علمائے ربانی انبیاء علیہم السلام کیطرح تقویٰ شعاری و پرہیزگاری اختیار کر کے اپنے علم کے ساتھ عمل کو بھی لازم قرار دے لیتے ہیں یہی لوگ اس بات کے مستحق ہوتے ہیں کہ لوگوں کے پیشوا اور امام بنیں اور انھیں کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ٥ (السجدہ۔ رکوع ۳)

اور ہمنے انہیں سے دین کے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم کی موافق لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے اور یہ منصب اما ست انکو اس حالتمیں ملا جبکہ انھوں نے لوگوں کی ایذا دہی پر صبر کیا اور ہماری آیات کا ان کو یقین تھا۔

علمائے سوء اور گمراہ کرنیوالے علماء کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ

اور اے رسول ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سناؤ جسکو ہمنے اپنے احکام دئیے تھے پھر وہ پابندی احکام الٰہی سے جدا ہو گیا پھر شیطان

مِنَ الْغَاوِیْنَ ۵ (الاعراف - رکوع ۲۲) | اسکے پیچھے لگا اور وہ شیطان کا معمول بنکر گمراہوں میں شامل ہوگیا۔

ان لوگوں پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے اور یہ حوادث و مصائب کے نزول و وقوع پر ثابت قدم نہیں رہا کرتے کبھی حرص و ہوا میں کبھی خوف و لالچ میں اور کبھی ضد و عداوت میں مبتلا ہو کر صراط مستقیم سے جدا ہو جاتے اور تبلیغ حق کے کام میں سخت رکاوٹ اور داعیان حق کے لئے مصیبت بنجاتے ہیں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ

لَتُبْلَوُنَّ فِیْ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۵

(آل عمران - ۱۹)

مسلمانو! تمہاری مالوں کی نقصان اور تمہاری جانوں کی زیاں میں ضرور تمہارے ایمان کی آزمائش کیجائیگی اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دیجا چکی ہے انسے اور مشرکین مکہ سے تم بہت سی ایذا کی باتیں ضرور سنوگے اور اگر صبر کیئے رہو اور پرہیزگاری کو ہاتھ سے نہ جانے دو تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ داعیٔ حق کو مال اور جان دونوں میں مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کی بدگوئیوں کی ایذائیں سہنی پڑینگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بدگوئیوں کا سننا بھی لازمی ہے اور اسکا علاج صبر اور تقویٰ ہے اور صبر و تقویٰ کے اختیار کرنیکی مدح فرمائی اور اسکو اولوالعزمی قرار دیا۔ پھر انھیں علمائے ربانی اور قرآن مجید کو کتاب برحق یقین کرنیوالوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۵ وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا نے جن باہمی تعلقات کے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے انکو جوڑے رکھتے اور اپنے رب سے ڈرتے اور قیامت کیدن بری طرح حساب لیئے جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی رضا کو ملحوظ رکھکر دنیا کی تکلیفوں پر صبر کیا اور نمازیں پڑھیں اور ہمنے جو ان کو روزی دی تھی اسمیں سے چھپا کر بھی اور علانیہ بھی خدا کی راہ میں خرچ کیا اور برائی کے مقابلہ میں نیکی کرتے ہیں

اُولٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝	یہی لوگ ہیں جنکا انجام بخیر ہے ۔

(الرعد - رکوع ۳)

پھر انھیں لوگوں کے ذکر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے تو فرشتے جنت کے ہر ایک دروازہ سے داخل ہو ہو کر ان سے کہینگے کہ

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (الرعد - ۳)	سلامتی ہو تم پر جو تم صبر کرتے رہے ہو یہ اسی کا صلہ ہے پس تمہاری دنیا کا کیسا اچھا انجام ہوا ۔

پھر فرمایا کہ

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۝ (التغابن - رکوع ۲)	بے اذن خدا کوئی آفت ہی نہیں آیا کرتی اور جو شخص خدا پر یقین رکھیگا مصیبت میں خدا اس کے دل کو ٹھکانے سے لگائے رکھیگا ۔

معلوم ہوا کہ جب خدائے تعالیٰ پر ایمان کامل میسر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی دل کو ہدایت کرتا ہے اور وہ مصیبت کا حکم الٰہی سے آنا یقین کر کے خدا ہی سے اسکے دور ہونے کے لئے دعاء کرتا ہے شیطانی لشکر سے مرعوب نہیں ہوتا پھر فرمایا کہ

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ رکوع ۱۹)	اور اے رسول صبر کرنیوالوں کو خوشنودی خدا اور کشایش کی خوشخبری سنا یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں ہمکو جس حال میں چاہے رکھے اور ہم اسی کیطرف لوٹ کر جانے والے ہیں تو وہ ہمکو ہمارے صبر کا اجر دیگا یہی لوگ ہیں جن پر انکے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں ۔

جسکو اللہ تعالیٰ شاباش کہے اور جس پر اللہ رحمت فرمائے اور اسکو راہ یاب کرے اس کے اجر اور مرتبہ کا کیا کہنا پھر فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (ال عمران - رکوع ۲۰)	مسلمانو اُن تکالیف کو جو خدا کی راہ میں تمکو پیش آئیں برداشت کرو اور ایکدوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس میں ملکر رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ آخرکار تم اپنی مراد کو پہنچو ۔

قرآن مجید میں شکر سے زیادہ مقامات پر اسی طرح صبر کا ذکر آیا ہے تمام آیات کو اس جگہ نقل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شدید آزمایش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے اُن کے بعد سب سے زیادہ آزمایش میں علماء ڈالے جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ورثۂ انبیاء ہیں پھر ان کے بعد صلحاء " غرض یہ قدیمی سنت ہے کہ داعیان حق اور علمائے ربانی کو مصائب و مشکلات کا مقابلہ ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اپنی ثابت قدمی اور بہادری کا اظہار فرماتے رہے ہیں اور کوئی چیز بھی ان کو اعلاء کلمۃ الحق سے باز نہیں رکھہ سکی ہے۔ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ کو بسطام کے مولویوں نے سات مرتبہ شہر سے جلاوطن کیا اور ہر مرتبہ لوگ ان کے خلوص اور پاک باطنی سے متاثر ہو ہو کر ان کو شہر میں واپس لاتے رہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمہ کو مصر سے طوق و زنجیر ڈالکر نکالا گیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ محمد بن فضیل بلخی کو محض تتبع حدیث ہونیکی وجہ سے گلے میں رسّی ڈالکر بلخ سے نکالا گیا۔ حکیم ترمذی کو لوگوں نے ان کی کتابوں علل الشریعہ اور ختم الاولیاء کا انکار کرکے شہر بدر کیا اور ان پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دی ہے حالانکہ کلام انکا ماؤل تھا۔ ابو عثمان مغربی کو علویہ نے ایک اونٹ پر سوار کرکے مکہ کے بازاروں میں گشت کراکر مکہ سے نکالدیا حالانکہ وہ بڑے عالم و عابد تھے۔ سبکی رحمہ پر جو بڑے عالم اور متبع سنت تھے کفر کا فتوے لگایا یہ سنکر ابو الحسن خوارزمی نے کہا کہ اگر خدا جہنم پیدا نہ کرتا تو اب وہ سبکیؒ کو ایذا دینے اور ان کے خلاف فتویٰ دینے والونکی سزا دہی کے لئے ضرور جہنم پیدا کریگا اور اگر سبکیؒ جنت میں داخل نہ ہوگا تو اور کون ہے جو جنت میں داخل ہو سکیگا۔ امام ابو بکر نابلسی بڑے صاحب فضل و علم و زہد و استقامت علی الطریقت تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے اہل مغرب نے ان کو گرفتار کرکے مصر کی جانب روانہ کیا اور بادشاہ کے سامنے ان کے خلاف گواہی دی۔ وہ اپنے قول سے نہ پھرے ان کی کھال اُدھیڑی اور وہ زندہ تھے اور

قرآن مجید پڑھتے تھے قریب تھا کہ اس حال کو دیکھکر لوگ فتنہ میں پڑ جائیں۔ یہ خبر بادشاہ کو پہونچی تو حکم دیا کہ قتل کر کے کھال نکالو۔ ابو القاسم نصر آبادی کو جو صلاح و زہد و ورع و اتباع سنت میں ممتاز تھے لوگوں نے ان کے کلام و احوال کا انکار کر کے بصرہ سے نکالدیا۔ امام غزالی رحمہ پر اُن کی کتاب احیاء العلوم کیوجہ سے کفر کا فتویٰ لگایا گیا پھر خدائتعالٰے نے اُن کی ایسی مدد کی کہ احیاء العلوم آب زر سے لکھی گئی۔ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ صاحب فتوحات مکیہ و فصوص الحکم پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ امام ابو حنیفہ رح کو منصب قضا قبول نہ کرنے پر کوڑے لگائے گئے اور قید کیا گیا۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا ہاتھ خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس لئے توڑ دیا تھا کہ انھوں نے ایک فتویٰ خلیفہ کے منشا کے خلاف دیا تھا۔ حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ خلق قرآن کے سبب سخت اذیتیں پہنچائی گئیں اور قید کئے گئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم رحمہم پر جلاوطنی تشہیر قید اور تعزیر کی سخت ترین مصیبتیں ابنائے زمانہ کے ہاتھوں وارد ہوئیں۔ امام نسائی رح کو جنکی کتاب صحیح نسائی صحاح ستہ میں شامل ہے اسقدر مارا کہ وہ مر گئے۔ امام بخاری رح کو بخارا سے نکالدیا گیا اور وہ موضع خرتنگ میں جاکر فوت ہوئے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رح مجدد الف ثانی کو جہانگیر بادشاہ نے سجدۂ تعظیمی نہ کرنے پر تین سال تک قلعہ گوالیار میں قید رکھا۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمہ مرزا نجف خاں شیعی کی جماعت کے ہاتھ سے بضرب قرابین شہید ہوئے۔ علمائے ربانی کی اس فہرست کو بہت طول دیا جاسکتا ہے محض مثال کے طور پر چند بزرگوں کے حالات کتاب تصلیۃ المصاب سے انتخاب کر کے اس جگہ درج کر دیئے گئے ہیں۔

یہ بات زیادہ پیچیدہ نہیں اور بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو شخص اعلاء کلمۃ الحق کریگا اسکا کام نفس پرست فاسقوں۔ زالِ دنیا کے عاشقوں۔ قیامت کے منکروں۔ جاہ و زر کے غلاموں۔ نامرد شکم پروروں اور ارباب حکومت کو خدا سمجھنے والوں کو یقیناً ناگوار گذریگا اور وہ ضرور اسکی کامیابی کو اپنی نامرادی یقین

کر کے اسکی مخالفت پر کمربستہ و متفق ہو جائینگے اور اسکو اسکے پاک اور نیک کام سے باز رکھنے کے لئے انواع و اقسام کی تدابیر اور ابلیسی سازشوں کو کام میں لائینگے اقوام و ممالک اور انبیاء کی تاریخیں اس حقیقت سے لبریز ہیں کہ ہر زمانہ میں داعیان حق کو ضرور باطل کے فرزندوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اور انھوں نے ہمیشہ صبر یعنی بُردباری و ثابت قدمی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اس حقیقت کو کتاب الٰہی اور سنت نبوی صلعم نے بھی واضح و آشکارا کر دیا ہے لہذا طالب حق کو حقانی و شیطانی علماء کے امتیاز میں اور دونوں کو الگ الگ پہچاننے میں اس طرح بھی آسانی ہوسکتی ہے کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ کونسا عالم و واعظ عوام کالانعام کے مذاق کی پیروی کرتا اور انکو رضامند اور خوش رکھنے کے لئے ایک بازیگر یا تھی ایٹر کے ایک ایکٹر کیطرح اپنی تمام کوشش و ہمت صرف کرتا اور مال وزر کے وصول اور اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہے اور کون سا عالم و واعظ لوگوں کو قرآن مجید و سنت نبوی کی اتباع و پیروی پر آمادہ کر کے مسلمانوں میں صحیح جذبۂ عمل پیدا کرتا اور ان کو ذلیل و پست خواہشات اور بہیمی جذبات سے جدا کرنے میں ایک ہمدرد اتالیق اور شفیق استاد یا حاذق طبیب کیطرح اعلیٰ مقاصد اور حقیقی کامرانی تک پہونچانیمیں کوشاں اور ہر قسم کے خوف و لالچ سے پاک و صاف اور روحانی بیماروں اور باطل کے فرزندونکی مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کو خاطر میں نہ لاکر اپنے کام میں مصروف رہتا اور خدا کے سوا نہ کسی سے ڈرتا اور نہ کسی سے کوئی التجا کرتا ہے۔

علمائے اسلام اور علمائے بنی اسرائیل

حدیث شریف ہے کہ عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لتتبعن سنن الذین من قبلکم شبراً بشبرٍ و ذراعاً بذراعٍ حتی لو دخلوا فی حجر ضب لاتبعوھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال

ضمن - رواہ المسلم (ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ ضرور ان لوگوں کی پیروی کروگے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ جدھر بالشت بھر گئے تم بھی بالشت بھر جاؤگے وہ جدھر گز بھر گئے تم بھی گز بھر جاؤگے یہانتک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے تو تم بھی ضرور سوسمار کے سوراخ میں گھسوگے صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا پہلے گزرے ہوے لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں آپؐ نے فرمایا یہود و نصاریٰ نہیں تو اور کون ؟)

اس حدیث میں بالشت اور گز سے مراد اہل کتاب کے ساتھ ہر امر قلیل و کثیر اور ادنیٰ و اعلیٰ میں موافقت کرنا ہے ساتویں صدی ہجری میں امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا جو پورا ہوگیا وہ اگر اس زمانہ کے مسلمانوں کو دیکھتے تو یقیناً کہتے کہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہوگئے ہیں۔

حدیث ابن عمرؓ میں فرمایا "لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتیٰ ان کان منھم من اتی امہ علانیہ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ رواہ الترمذی (جو کچھ بنی اسرائیل پر گزرا وہی ماجرا میری امت پر بھی گزرنیوالا ہے جیسے ایک پاپوش برابر دوسری پاپوش کے ہوتی ہے یعنی بلا تفاوت یہانتک کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہونگے جو یہ کام کرینگے اور بنی اسرائیل بہتر ۷۲ فرقے ہوگئے تھے اور میری امت تہتر ۷۳ فرقے ہو جائیگی یہ سب فرقے دوزخ میں جائینگے مگر ایک گروہ جنتی ہوگا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ ایک گروہ کونسا ہوگا فرمایا کہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوگا)

آج ہر ایک شخص جس کا جی چاہے اپنے عقیدہ و عمل کو الفاظ "ما انا علیہ و اصحابی" پر عرض کرکے معلوم کر سکتا ہے کہ وہ فرقۂ ناری میں ہے یا فرقہ ناجی میں اسلئے

کہ آنحضرت صلعم کے تمام احوالِ ظاہر و باطن کا روزنامچہ کتب حدیث و سیر میں موجود اور سیرت صحابہ و دواوین اسلام میں مرقوم و محفوظ ہے۔ حدیث ابی واقد لیثی میں قصہ ذات انواط کے ذیل میں فرمایا والذی نفسی بیدہ لترکبن سنن من کان قبلکم۔ رواہ الترمذی (واللہ تم لوگ اگلوں کی چال پر چلوگے)

جبکہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی بداعمالیوں کی مثالیں مسلمانوں میں پیدا ہونی ضروری و لازمی ہیں تو اہل اسلام کے علمائے سوء کی شناخت کے لئے ایک یقینی معیار ہاتھ آجاتا ہے۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کے احبار و رہبان کی بداعمالیوں کا ذکر جابجا کیا ہے مسلمانوں کے جو عالم یا مولوی اُسی روش پر ہوں وہ یقیناً علمائے سوء اور مسلمانوں کو گمراہ کرنیوالے سمجھے جائینگے مثلاً خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	کیا تم دوسرے لوگوں کو نیکی کرنیکو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب الٰہی بھی پڑھتے رہتے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

(البقر - رکوع ۵)

معلوم ہوا کہ جو لوگ مولوی بنے ہوئے لوگوں کو وعظ سناتے پھرتے۔ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دینے اور دنیا کو سجن المؤمن اور جنت الکافر بتا کر آخرت کی تیاری کا حکم دیتے ہیں اور خود دنیا طلبی اور روپیہ وصول کرنیکی فکر میں ہمہ اوقات غرق اور ٹکوں کے لالچ ہی میں واعظ بنکر گھر سے نکلتے ہیں اور روپیہ وصول کرنیسے کبھی انکا پیٹ نہیں بھرتا وہ یقیناً علمائے ربانی نہیں ہیں بلکہ شیطان کے ایجنٹ ہیں جو اپنا بدنمونہ دکھا کر دوسروں کے لئے بھی اس بدعملی کی زبردست ترغیب بہم پہونچاتے ہیں۔ ایسے مولویوں اور ایسے واعظوں کی ہمت افزائی یقیناً گناہ اور انکی گرم بازاری امت مرحومہ کے لئے سراسر نقصان اور موجب زیاں ہے پھر فرمایا

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○	اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں جو منہ سے الفاظ بول لینے کے سوا کتاب الٰہی کے مطلب کچھ بھی نہیں سمجھتے اور وہ فقط خیالی تکّے چلایا کرتا ہے۔

(البقرہ - رکوع ۹)

مسلمانوں کے اکثر مولویوں اور واعظوں کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ سے خود تو جاہل ہوتے ہی ہیں دوسرونکو بھی قرآن مجید کی تعلیم وتعلم سے روکتے اور کہتے ہیں کہ کتاب الٰہی کا سمجھنا غیر ممکن ہے لہذا اسے سمجھکر نہیں بلکہ صرف طوطے کی طرح پڑھا کرو۔ خود اُن کے مدارس میں بھی قرآن مجید کی باضابطہ تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں۔ ہاں تفسیر کی بعض کتابیں پڑھائی جاتی ہیں مگر یہ اُن کتابوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی نہیں۔ مفسر کی قیل وقال پر بحث وگفتگو ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے معانی و مطالب کے فہم اور اسپر عمل کا خیال نہ معلم کو ہوتا ہے نہ متعلم کو اس لئے کہ ان کے زعم باطل میں قرآن مجید کا فہم ناممکن ہے۔ لہذا جو مولوی قرآن مجید سے استدلال نہیں کرتا اور قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے کو منع کرتا ہے اور قرآن مجید کا سمجھنا ناممکن بتاتا ہے وہ یقیناً علمائے سوء میں شامل ہے۔ پھر فرمایا

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ (البقرہ - ۱۰)	کیا تم کتاب الٰہی کی بعض باتونکو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے۔

پھر انھیں اہل کتاب کی نسبت فرمایا کہ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ (البقرہ - ۱۰)	یہی ہیں جنھوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی ہے

پس جو مولوی یا مفتی بعض مسائل میں قرآن مجید کے صریح احکام کے خلاف اپنے اماموں، استادوں اور بزرگوں کی رائے اور مسلک کو مقدم رکھے اور آیات قرآنیہ کو کھینچ تانکر اس کے ماتحت لانا چاہے یا اس آیت کو منسوخ و ناقابل عمل قرار دے وہ بھی مذکورہ علمائے اہل کتاب میں شامل اور دنیا پرست علمائے سوء میں داخل ہے

پھر فرمایا۔

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۥ (البقرہ - رکوع ۱۲)	ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پشت کے پیچھے پھینکا اس طرح کہ گویا ان کو کچھ خبر ہی نہیں۔

پس جو مولوی یا واعظ یا مفتی قرآن مجید کو ناقابل فہم سمجھکر مطلق اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اِدھر اُدھر کی سیکڑوں حکایتیں اور کہانیاں اور اقوال سناتے مگر آیات قرآنیہ کیطرف نہ خود متوجہ ہوتے نہ دوسرونکو توجہ دلاتے ہیں اور اپنے فتووں کو قرآن مجید کی کسی آیت سے مدلل کرنا عیب جانتے ہیں وہ بھی اسی مذکورہ گروہ یعنی علمائے سوء میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ

اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ نہیں حالانکہ وہ دونوں فریق کتاب الٰہی کو پڑھنے والے ہیں۔

(البقرہ - ۱۴)

پس جو مولوی بلا دلیل قرآنی ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کے فتوے صادر کرنے میں مصروف رہتے ہیں وہ بھی انھیں علمائے سوء میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ ۙ

جو لوگ اُن احکام کو جو خدا نے اپنی کتاب میں نازل کئے ہیں چھپاتے اور اسکے عوض تھوڑا سا دنیوی معاوضہ حاصل کرتے ہیں یہ لوگ اور کچھ نہیں بلکہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں۔

(البقرہ - ۲۱)

پھر فرمایا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

اور جب خدا نے اہل کتاب سے قول و قرار لیا کہ وہ کتاب جو انکو دیگئی ہے لوگوں سے اسکا مطلب صاف صاف بیان کردینا اور اسکی کسی بات کو ہرگز نہ چھپانا مگر انہوں نے اس قول کی کچھ بھی پروا نہ کی اور کتاب الٰہی کو پس پشت پھینکدیا اور اسکے عوض میں تھوڑے سے دام یعنی دنیوی منافع حاصل کئے۔

(آل عمران - ۱۹)

معلوم ہوا کہ جو لوگ دیدہ و دانستہ محض کسی لالچ کی بنا پر احکام قرآنیہ کا اعلان نہیں کرتے وہ بھی علمائے سوء کے گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۵ (اٰل عمران-۳)	اے رسول کیا تونے اُن علمائے یہود کے حال پر نظر نہیں کی جنکو فہم کتاب الٰہی کا ایک حصہ ملا تھا اب انکو کتاب الٰہی کیطرف بلایا جاتا ہے تاکہ کتاب الٰہی ہی ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر انہیں کا ایک گروہ اس سے انکار کرتا ہے اور وہ کتاب الٰہی سے منحرف ہیں

جو مولوی قرآن مجید کو حکم اور فیصلہ کنندہ نہ بنائے اور قرآنی فیصلہ سے انکار کرے اور غیر القرآن کو حکم بنانے اور مقدم رکھنے پر اصرار کرے وہ یقیناً مذکورہ گروہ یعنی علمائے سوء میں شامل ہے پھر فرمایا

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اٰل عمران-۷)	اے اہل کتاب کیوں حق و باطل کو گڈ مڈ کرتے اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم حقیقتِ حال سے واقف ہو۔

اس آیت میں جن اہل کتاب کا ذکر ہے اُن کی مثالیں آج مسلمانوں کے علماء میں بڑی ہی کثرت سے تلاش کیجا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۵ (اٰل عمران-۸)	اور ان اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ ایک دینار بھی انکے پاس امانت رکھو تو وہ تمکو بدون اسکے واپس نہ دیں کہ ہمہ اوقات تقاضے کے لئے انکے سر پر کھڑے رہو ان لوگوں میں یہ بدمعاملگی اس سے آئی کہ وہ کہتے ہیں کہ عرب کے جاہلوں کا حق مار لینے میں ہمسے باز پرس نہ ہوگی اور جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

امانت میں خیانت کرنیوالے اور غیر مسلمونکا مال مار لینے کو جائز ٹھہرانے والے بدمعاملہ مولوی بھی اسی ناستودہ گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۵ (النساء-۸)	اے رسول کیا تونے ان لوگونکے حال پر غور نہیں کیا جنکو کتاب آسمانی سے حصہ دیا گیا وہ بتوں اور شیطانونکا کلمہ بھرنے لگے اور مشرکونکی نسبت کہنے لگے کہ مسلمانوں سے تو یہی لوگ زیادہ رو براہ ہیں۔

تمام سرکار پرست عالم اور خادمانِ اسلام کے پاک اور نیک کاموں میں رکاوٹیں ڈالنے والے حسد پیشہ مولوی اس گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ط

اے اہل کتاب اپنے دین میں افراط تفریط نہ کرو اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو۔

(النساء۔ رکوع ۲۳۶)

اور فرمایا کہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ٥

اے رسول کہدے کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں افراط تفریط نکرو اور نہ اپنے ان بڑوں کی نفسانی خواہشات پر چلو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں ۔

(المائدہ ۔ رکوع ۱۰)

غلو فی الدین کے جسقدر طوفان مسلمانوں میں اُمڈے ہوئے ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ غالی مولویوں کو دین کے اصولی عقائد و اعمال کے برباد اور ضائع ہونیکی مطلق پروا نہیں لیکن فروعی اور وضعی سنتوں کے قیام میں حد سے زیادہ غلو کام میں لاتے ہیں۔ ڈاڑھی کی وضع و قطع۔ پائجاموں کے اونچے اور نیچے ہونے۔ کوٹ اور پتلون اور ٹوپی یا ہیٹ کے معاملہ میں کفر تک کے فتوے صادر ہو جاتے ہیں اور اکل بالباطل۔ طاغوت پرستی۔ دنیا کو دین پر مقدم کرنے۔ خدا کی راہ میں مصائب برداشت کرنے سے جی چرانے اور منافقوں کے قدم بقدم چلنے کو یہ کبھی روکنا نہیں چاہتے۔ پھر فرمایا کہ

سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ٥

یہ لوگ جھوٹی باتوں کے لئے کنسوئیاں لیتے پھرتے اور حرام مال کھاتے رہتے ہیں۔

(المائدہ - ۶)

اور فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ

مسلمانو اہل کتاب کے اکثر عالم اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق

وَالرُّهبَانِ لَيَاكُلُونَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (التوبہ۔ رکوع ۵)	ڈکارتے اور راہِ خدا سے لوگوں کو روکتے ہیں

مولویوں اور پیشہ ور واعظوں اور مسجد کے اماموں اور بگلا بھگت پیروں کی حالت پر غور کرو کہ انھوں نے اپنا پیٹ پالنے کے لئے کیسی کیسی بدعتیں رائج کی ہیں تیجے دسویں۔ چالیسویں اور برسی کی رسموں کے ذریعہ نیز ختم قرآن کی اُجرت اور فتوؤں اور وعظوں کے معاوضہ اور نذرانوں کے وسیلے سے ایصال زر کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ مسجدوں میں طاق بھرنے۔ مُردوں کے لئے سات جمعراتوں تک کھانا کھلانے۔ چالیسویں دن مردہ کی روح کو گھر سے رخصت کرنے کے لئے مولود خوانی کرانے کی ترکیبوں سے آمدنی کے وسائل کو بھی ناکافی تصور کرکے اور بھی بہت سی نئی نئی چیزیں مقامی طور پر یہ لوگ ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ بعض مولویوں کی اس حرکتِ ناشایستہ کا حال مجھکو بعض دوستوں نے سنایا کہ وہ خود کسی آریہ پنڈت کے پاس پہونچے اور کہا کہ اب بہت دنوں سے کچھ آمدنی کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ یا تو تم اپنے کسی لیکچر اور واکھیان میں اسلام پر حملہ کرو اور ہم اسپر مسلمانوں کو جوش دلاکر ایک مباحثہ کا اکھاڑا جمواویں یا پھر ہم اپنے وعظ میں آریہ مذہب کے خلاف سخت سست کہیں اور تم ہمارے ان الفاظ پر نوٹس لیکر ہندوؤں میں جوش و خروش پیدا کرو اور ہمارے پاس مباحثہ کا چیلنج بھجوادو اس طرح ہمارا اور تمہارا دونوں کا کام بنجائیگا اور ہماری اور تمہاری دونوں کی قدر و منزلت اپنی اپنی قوم میں بڑھ جائیگی چنانچہ آریہ پنڈت رضامند ہوگئے اور مباحثہ کا اکھاڑہ منعقد ہوگیا اور مولوی صاحب نے مقامی مسلمانوں سے کئی سو روپیہ چندہ کا جمع کیا اور اپنے خاص الخاص ہم خیال و ہمراز مولویوں کے پاس شرکت مباحثہ کے دعوت نامے بھجوائے کئی روز تک خوب چہل پہل رہی۔ پلاؤ، قورمے، زردے سے مولویوں کے تنورِ شکم خوب گرم ہوتے رہے۔ رخصت کیوقت کسی کو دس کسی کو بیس اور کسی کو پچیس روپیہ دانت گھسائی اور تکلیف فرمائی کے

دئے گئے اور سب سے زیادہ ہوئی رقم ان محرک مولوی نے پوری چالاکی و بدمعاشی کو کام میں لاکر خود ہتیا لی اور عام مسلمانوں کو اُلّو بنا کر چھوڑ دیا کہ پہلے سے زیادہ مولویصاحب کو حامی اسلام و شیر اسلام اور خادم دین متین سمجھکر دست بوسی میں مستعدی دکھاتے رہیں۔

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۲)	اور یقیناً بہت ہی بُرا سعاوضہ ہے جسکے بدلے انھوں نے اپنی جانوں کو بیچا کاش ان کو اتنی سمجھ ہوتی۔

اور فرمایا

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ (المائدہ-۳)	اور ہمنے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

آجکل کے مولویوں کی درشت مزاجی و سنگدلی جسکا اظہار کمزوروں کے مقابلے میں ہوتا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن یہی مولوی امیروں اور سرکاری اہلکاروں کے آستانوں پر عموماً سربسجود نظر آتے ہیں۔ دوسروں کو دوزخ کا ذکر کرکے ڈراتے لیکن دوزخیوں کے سے کام کرتے اور دوزخ سے ذرا نہیں ڈرتے۔ لوگوں کو خشوع وخضوع کی خوبیاں بتاتے لیکن خود خدا کے خوف کو پاس نہیں پھٹکنے دیتے۔ خدا تعالےٰ اہل کتاب کی نسبت فرماتا ہے۔

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ (المائدہ - ۳)	پس ہم نے ان میں عداوت اور کینے کی آگ کو روز قیامت تک بھڑکا دیا۔

دو ہمسر مولویوں کو آپسمیں پُرخلوص بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔ ہم خیال اور ہم مشرب ہونیکے باوجود ایک دوسرے کو گرانے اور نیچا دکھانے کی کسی تدبیر اور موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور ہمیشہ دوسرے کو کہنیاں مار کر پیچھے ہٹانے اور آپ آگے بڑھنے اور اپنی ہی ہوا باندھنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ عوام بھی اگر ذرا باریک بینی سے کام لیں تو ان مولویوں کو ننگا دیکھ سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ (البقرہ-۱۱)	اور تو ضرور ان لوگوں کو سب لوگوں سے زیادہ زندگی کا حریص پائیگا۔

آج مسلمانوں میں ایسے مولویوں اور واعظوں کی کمی نہیں ہے جو اپنی جان کو ہرگز ہرگز خطرہ میں نہیں ڈال سکتے چاہے کیسی ہی فی سبیل اللہ ضرورت پیش آجائے ان لوگوں کو ترکیبے ۔ اچھے لباس اور سب سے زیادہ راحت و آسائش حاصل کرنیکی خواہش رہتی ہے ۔ لوگوں سے پاؤں بھی دبواتے ہیں ۔ اپنے ذرا سے آرام کے لئے دوسروں کو بڑی سے بڑی اذیت پہونچانیمیں مطلق تامل نہیں کرتے ۔ دینِ حق کے لئے چکی پیسنے اور جیلخانے جانے کا تو تصور بھی نہیں کرسکتے ۔ سامانِ راحت کے سب سے زیادہ حریص اور اذیت و تکلیف سے کوسوں دور بھاگنے والے ۔ اگر کچھ نفع کی امید ہو تو سیاسی کاموں میں حصہ لینے اور مسلمانوں کی ہمدردی کرنیوالوں میں سب سے آگے اگر حکومت کی ناراضی کا خوف اور مصیبت کا اندیشہ ہو تو انھیں کاموں کو دنیوی کام اور لغویات قرار دیکر فوراً الگ اور خاموش ہو جاتے اور اپنی تندرستی کی خیر مناتے ہیں ۔ خدائتعالےٰ فرماتا ہے ۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ ۔ رکوع ۵)	اہل کتاب نے خدائتعالےٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور اپنے مشائخ کو خدا بنالیا تھا ۔

حضرت عدی بن حاتم رضؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمنے اپنے احبار و رہبان کو کبھی بھی رب نہیں بنایا ۔ آپ نے فرمایا کیا یہ نہیں ہوا کہ جس چیز کو وہ حرام کہدیتے تم بھی اُسے حرام سمجھنے لگتے اور جسے وہ حلال بتادیتے تم حلال سمجھنے لگتے ؟ میں نے عرض کیا کہ واقعی ایسا تو ضرور ہوا ۔ آپنے فرمایا کہ بس یہی ان کو رب بنالینا ہے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر احبار و رہبان اپنی قوم سے کہتے کہ خدا کو چھوڑ دو اور ہماری عبادت کرنے لگو تو کوئی اُن کا کہنا نہ مانتا لیکن انھوں نے یہ کیا کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرادیا اور لوگوں نے اُسے منظور کرلیا یہی ان کا رب بنالینا ہے ۔ مسلمانوں کے مولوی بھی اسی طرح احبار و رہبان بن چکے ہیں اور مسلمانوں نے بنی اسرائیل کا مقام حاصل کرلیا ہے ۔ انھوں نے اپنے ائمہ و

علماء کو ارباب کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ عام طور پر کوئی شخص یہ سوال نہیں کرتا کہ فلاں مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے بلکہ صرف عالموں اور مولویوں کے افعال واقوال و آراء کو کافی حجت شرعی سمجھ لیا گیا ہے۔ اور آنکھیں بند کئے ہوئے انھیں کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ یہ عذر ہرگز صحیح نہیں کہ علماء کی اطاعت ہم صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنیوالے نہیں اور ہمکو خدا ورسول کے حکم کی موافق ہی حکم کرتے ہیں۔ یہ عذر تو احبار ورہبان کے متعلق یہود و نصاریٰ بھی کرتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو مجرم اور گمراہ قرار دیا اس لئے کہ خدائے تعالےٰ کو ہرگز یہ بات پسند نہیں کہ کتاب وسنت کو ترک کرکے کسی دوسرے کے اقوال وافعال کو مدار شریعت قرار دیا جائے۔

علماء سے یہ سوال ہونا چاہئے کہ فلاں مسئلہ میں خدا ورسول کا کیا حکم ہے یہ نہیں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں یا آپ کے استاد صاحب اور آپ کے امام صاحب کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر علماء کی یہی خواہش رہتی ہے کہ ہمکو ارباب تسلیم کرلیا جائے وہ اپنے ہر ایک فتوے میں یا تو اپنا حکم لکھ دیتے ہیں یا اپنے ارباب کا فیصلہ نقل کردیتے ہیں۔ اگر اس بات پر اصرار کیا جائے کہ قرآن اور حدیث میں اس فیصلہ کی کیا دلیل ہے وہ بھی بتا دیجئے تو مفتی صاحب اور مولوی صاحب اس طرح غضبناک اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ گویا کلمۂ کفران کو سنا دیا گیا۔ قرآن کی آیت یا حدیث نبوی کا مطالبہ ان کی مولویت اور منصب افتا کے لئے گویا موت اور سم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ وہ محض کنز۔ قدوری عالمگیری قاضی خاں اور ہدایہ کے حوالہ سے ہر شخص کے خاموش و مطمئن ہو جانے کے خواہاں ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْــَٔلُوْنَ ○ (الزخرف - ۴)	اے رسول جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے اسکو خوب مضبوطی سے پکڑے رہ۔ اسمیں شک نہیں کہ تو سیدھے راستے پر ہے اور اسمیں بھی شک نہیں کہ یہ قرآن ضرور تیرے اور تیری قوم کے حق میں نصیحت ہے اور تم سب سے اسکی بابتہ بازپرس ہونی ہے۔

اور فرمایا کہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿ (النساء - ۸)

پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانیکی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور رسول کے حکم کیطرف رجوع کرو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی طریقہ اچھا ہے۔

اور فرمایا کہ

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿ (انعام ۱۹۰)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے اسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے یہی نصیحت تمکو کی جاتی ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

ایسی آیات بہت ہیں اور احادیث بھی بکثرت ہیں۔ خدا تعالےٰ نے ہر ایک رسول کو اسی لئے مبعوث کیا کہ لوگ اسکی اطاعت کریں کیونکہ رسولوں پر ہی آسمانی ہدایت نازل ہوئی ہے۔ ہم پر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے کیونکہ آنحضرت صلعم قرآنی ہدایت کیطرف بلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور قرآن مجید کی ہدایت دو مختلف ہدایتیں اور دو مختلف چیزیں نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ دِیْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ رَّاْیِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ (میں ایک بشر ہوں جب میں تمکو تمہارے دین کی کوئی بات بتاؤں تو اسکو مان لو اور جب اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو سمجھ لو کہ میں صرف ایک آدمی ہوں)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا وَّلَا تُؤَاخِذُوْنِیْ بِالظَّنِّ وَلٰكِنْ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰہِ شَیْئًا فَخُذُوْا بِهٖ فَاِنِّیْ لَمْ اَكْذِبْ عَلَی اللّٰہِ (میں نے ایک قیاس کیا تھا تم مجھ سے اُس قیاس کے متعلق مواخذہ نہ کرو لیکن ہاں جب میں کوئی بات خدا تعالیٰ کیطرف سے کہوں تو اُسے مان لو کیونکہ میں خدا تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھتا) ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس موقعہ پر یہ الفاظ بھی فرمائے تھے کہ اَنْتُمْ

اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ (تم اپنے دنیاوی امور کو خود ہی زیادہ جانتے ہو) یہ سب کچھ آپؐ نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا کہ مدینہ منورہ میں تابیر نخل یعنی نر کھجور کے پھول کو مادہ کھجور کے پھولوں پر جھاڑتے ہوئے لوگوں کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم یہ نہ کرو تو بہتر ہے چنانچہ لوگوں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ اس سال پھل بہت کم آیا تب آپ نے مذکورہ الفاظ فرمائے اسکا مفصل تذکرہ صحیح مسلم اور دوسری کتب احادیث میں موجود ہے۔ غور کرنے اور سوچنے کی قابل بات یہ ہے کہ ہمارے زمانہ کے مولویوں کو اپنے اور اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے قیاس اور رائے پر کسقدر اصرار ہے اور اس رائے و قیاس کے مقابلے میں قرآن و حدیث کو عملاً کسقدر بیکار و معطل بنا رکھا ہے۔ پھر علمائے اہل کتاب کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ ط (الانعام - ۲۰)

اے رسول جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ بنگئے تمکو اُنسے کچھ سروکار نہیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرقہ بندی کی مذمت کی ہے۔ مسلمان شروع میں ایک ہی جماعت اور ایک ہی گروہ تھے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ ط ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا ط

(الحج - رکوع ۱۰)

اور دین کے متعلق تمپر کسی قسم کی سختی نہیں کی تمہارے لئے وہی دین ہے جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا تھا اس خدا نے ہی پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس قرآن میں بھی تمہارا یہی نام یعنی مسلمین رکھا گیا ہے۔

تیسری صدی ہجری کے بعد سے جب لوگوں نے رائے و قیاس کو دین میں دخل دیکر اس پر زور دینا شروع کیا اور اپنے مولویوں اور بزرگوں کے مسلک کو اصل دین قرار دیکر کتاب الٰہی کی طرف سے غفلت اختیار کرنی شروع کی اور کسی شخص کے لئے اس کا صرف مسلمان ہونا کافی نہ رہا جب تک کہ وہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہلحدیث شیعہ، سنی، قادری، چشتی، نقشبندی وغیرہ کسی گروہ بندی میں شامل نہ ہو اسیوقت سے اسلام اور اہلسنت امر جو سہ میں ضعف و انحطاط نمودار ہوا۔ آج جس مولوی کو دیکھئے

اسی فرقہ بندی پر زور دیتا اور اس فرقہ بندی کے قایم رکھنے پر سخت اصرار کرتا ہے جسکے لئے اس کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں پھر علمائے بنی اسرائیل کی نسبت فرمایا کہ

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ط (البقرہ-۱۱) | اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں یعنی انھیں کوئی چیز اثر نہیں کرتی

قرآن مجید کی تعلیم کا اثر قبول نہ کرنیکی وجہ جو علمائے بنی اسرائیل نے بیان کی خدا تعالی نے اسکو رد کرکے فرمایا کہ بَلْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ یعنی یہ خدا تعالی کی لعنت کا نتیجہ ہے کہ وہ تعلیم قرآنیہ کو نہیں سمجھ سکے۔ آج بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ علمائے سوء کیطرف سے یہی اعلان ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کو ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسائل واحکام کہاں مستنبط ہو سکتے ہیں۔ تقلید شخصی کے سوا براہ راست کتاب وسنت سے دین سیکھنا غیر ممکن ہے۔

علمائے یہود ونصاریٰ کی صفات قرآن مجید میں بہت کثرت سے بیان کی گئی ہیں اور وہ ساری کی ساری مسلمانوں کے مولویوں پر چسپاں ہو رہی ہیں الا ماشاء اللہ اور محض مثال کے طور پر بعض کا تذکرہ کیا گیا ہے بخوف طوالت اس جگہ سب بیان نہیں ہو سکتیں بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علیؓ سے حدیث مرفوع درج کی ہے کہ "نزدیک ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اسلام کا فقط نام اور قرآن مجید کا فقط نقش باقی رہجائیگا۔ مسجدیں آباد ہونگی یعنی ظاہر کے نمازی بہت ہونگے۔ لیکن ہدایت کے اعتبار سے ویران ہونگی یعنی لوگ اصل دین کی راہ پر نہ ہونگے۔ علماء انکے زیر آسمان سب لوگوں سے بدتر ہونگے ان عالموں ہی سے فتنہ نکلیگا اور انھیں کے اندر پھر کر جائیگا" یہ نظارہ آج پیش نظر ہے، نماز، روزہ حج زکوۃ سب بطور عادات ادا ہوتے ہیں انکی حقیقت کے حاصل کرنیکی کسیکو مطلق پروا نہیں قرآن مجید کی قرات وتلاوت بھی بطور عادت یا بطور فیشن یا برلئے حصول مال وزر ہے تحصیل علم ودرس کی غرض سے کوئی نہیں پڑھتا نہ اسمیں تدبر کرتا ہے۔ اکثر لوگ مسجدوں میں باتیں کرنے یا سوال کرنے یا جاسوسی کرنے یا لوگوں کو دکھانے کے لئے جاتے ہیں طاعت وعبادت کی اصل غرض پیش نظر نہیں ہوتی۔ علماء نے بدعات ومنکرات کو اسلام اور فتنہ پردازی وفرقہ بندی کو عین مذہب

قرار دیکر فتوؤں کے ذریعہ کا فرسازی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور بمشکل سے کوئی ایسا قابل تذکرہ شخص مل سکتا ہے جو ان فتاوائے کفر کا نشانہ نہ بنا ہو۔ غرض یہ حدیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جسکو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر بھی پند پذیر نہیں ہوتے۔

مسلمانوں کو جاہل رکھنے کی کوشش اور علماء

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد الٰہی بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی تعمیل میں تبلیغ اسلام اور تبلیغ حق کو ہرگز ہرگز مخصوص حلقوں تک محدود نہیں رکھا اور ادنیٰ سے ادنیٰ قابلیت کے لوگوں پر بھی تعلیم اسلام کا دروازہ اسی طرح کھلا رہا جیسا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت کے لوگوں پر کھلا ہوا تھا اسلام نے حقیقی مساوات قایم کر کے سب کے لئے یکساں تقرب الٰہی کے راستے کھولدئے بنی اسرائیل نے اپنے آپ کو دوسری اقوام سے نسبی طور پر بھی برتر و بہتر قرار دیا۔ ہندوستان میں برہمنوں نے مذہب کو اپنی ملکیت بنا کر دوسری اقوام کو عبادات اور اعمال مذہبی میں اپنا دست نگر اور محکوم رکھنے کا نہایت زبردست انتظام کیا جس کا مفصل حال اور مدلل روئداد مقدمۂ تاریخ اور نظام سلطنت میں موجود و مندرج ہے اور میری یہ دونوں کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمات جو اپنی بہت سی باتوں میں ہندوستان اور ہندوؤں کا اثر قبول کر چکے ہیں وہ اثر مجلسوں۔ میلوں۔ شادی غمی کی تقریبوں میں بہت نمایاں طور پر نظر آتا ہے نفس پرست ائمہ مساجد اور زر طلب معلمین مکاتب بھی ہندوستان کے برہمنوں کی بہت سی باتوں کے چورا لینے میں کامیاب ہو گئے کھانے پر فاتحہ دینا اور امام مسجد کے سوا فاتحہ خوانی دوسرے کا حق نہ ہونا۔ پیران پیر صاحب کی گیارہویں کے کھانے یا شیرینی کی نیاز اور امام مسجد کا اس نیاز کے مراسم ادا کرنا۔ بیوی کا کونڈا اور اس کونڈے کے شرائط۔ تبارک کا ختم۔ گمرج مائی کا روٹ۔ مردہ

کی بخشش کے لئے امام صاحب کی پیش قرار اجرت کیساتھ قرآن خوانی۔ قبر پر بیٹھکر مردہ کو جمعہ سپرد کرنا اور اسکا معاوضہ۔ بچے کے کان میں اذان دینے کا مقررہ معاوضہ چراغی کے پیسے۔ مسجد میں گھی کا چراغ اور اس کے ساتھ پیسے۔ مسجد کا طاق بھرنا وغیرہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں مراسم ہیں جو برہمنوں کی آمدنیوں کو دیکھ دیکھ کر انھیں کیطرح اسلامی لباس میں ہندوستانی مسلمانوں کے نام نہاد ائمہ مساجد اور معلمین مکاتب نے مسلمانوں میں رواج دیکر برہمنوں کی طرح اپنی پروہتائی قائم کرلی اور ان حافظوں میانصاحبوں اور پیرجیوں کے بغیر یہ بدعیہ مراسم ادا ہی نہیں ہوسکتیں چنانچہ ضرب المثل ہے کہ "ملّا ہی کی ماری حلال ہوتی ہے"۔

یہ رنگ دیکھکر بلند مرتبہ علماء و فقہا بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر برہمنوں کی ڈگر پر چل نکلے اور علم دین کو اپنی ملکیت بنانے پر آمادہ نظر آنے لگے۔ سب سے زیادہ وجوب تقلیدِ شخصی سے امداد لی گئی۔ پھر اکابر پرستی کو لازم قرار دیا گیا۔ پھر فتووں میں یہ التزام کیا گیا کہ کنز وقدوری وشامی وہدایہ وغیرہ کتب کے حوالے عربی الفاظ میں درج کرکے ان کے ترجمے ساتھ ہی درج کرنیسے قطعی اعراض کیا گیا کہ عام مسلمان ان فقہی کتابوں کے الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکیں اور انکو چون وچرا کا موقع نہ مل سکے۔ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں افہام تفہیم کے درپے ہو تو سب سے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ تم نے علم کس سے پڑھا ہے اور تمہارے پاس سند ہے یا نہیں اگر مولویت کی سند نہیں رکھتا تو وہ قابل خطاب نہیں حالانکہ ان سند یافتہ جاہلوں کی جہالت سے بڑھکر نقصان رساں جہالت کا نمونہ تلاش کرنا آسان نہیں۔ ان لوگوں کی سب سے زیادہ اذیت رساں اور ملعون کوشش یہ ہے کہ یہ فہم قرآن سے لوگوں کو دور وجہور رکھنا چاہتے اور علوم قرآن کی اشاعت کو اپنی موت سمجھتے ہیں۔ اب سے قریبًا دو سو سال پیشتر اسی ہندوستان میں مولویوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کفر کا فتویٰ صرف اس لئے صادر کیا تھا کہ انھوں نے قرآن مجید کا فارسی زبان میں کیوں ترجمہ کیا اور عام لوگوں کو مطالب قرآنیہ کے سمجھنے کا موقع کیوں بہم پہنچایا

اب وہ حالت تو بحمد اللہ باقی نہیں رہی لیکن اب اسی کی مانند دوسری چیز یہ موجود ہے کہ ترجمہ میں تقلید کیوں نہیں کی گئی۔ اس سے زیادہ تمسخر انگیز اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض مولوی کہتے ہیں کہ اردو زبان میں حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ یا حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمہ کے ترجموں کے سوا باقی تمام ترجمے مردود ہیں۔ بھلا کوئی پوچھے کہ اب سے دو سو سال پہلے کی اردو زبان اور اس کے محاورات چونکہ بہت کچھ تبدیل ہو گئے ہیں اور آجکل کے اردو بولنے اور سمجھنے والوں کے لئے وہ دو سو برس پہلے کی زبان بہت کچھ ناقابل فہم بن گئی ہے تو کیوں اس زمانہ کی اردو زبان میں ترجمے نہ ہوں۔ تدبر فی القرآن اور تفسیر بالرائے میں فرق نہ کر کے نام نہاد مولویوں نے تدبر فی القرآن کو گناہِ عظیم قرار دے رکھا ہے۔

موجودہ زمانہ کے علماء اور واعظین

نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم مغفور اپنے رسالہ "فتنۃ الانسان من تلقاء ابناء الزمان" میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

"علماء بے عمل ہیں زہاد ریا ہیں صلاح کا فقط نام ہے فساد کا انبار ہے مسلمانی در کتاب مسلمانان در گور

چون شیر درندہ در شکاریم ہمہ	بانفس و ہوائے خویش یاریم ہمہ
گر پردہ ز روئے کارہا بردارند	معلوم شود کہ در چہ کاریم ہمہ

ایک فاضل نے کہا ہے پہلے علماء کا عمل تھا نہ قول پھر عمل بھی کرتے اور قول بھی ہوتا۔ اب نرا قول ہے عمل نہیں قریب ہے کہ یہ شکل بھی بدل جائے۔ انتہی۔ یہ پیشینگوئی ان کی صادق آئی کہ اب نہ قول ہے نہ عمل اور اگر قول ہے تو کاسد اور عمل ہے تو فاسد ہے دل مائل ممنوعات میں ہیں قدم راہ نامشروعات

میں ہیں۔ زبانیں گویا ہیں مگر غیبت کے ساتھ کان شنوا ہیں مگر مذمت کو آنکھیں بینا ہیں مگر عیوب کو۔ ہاتھوں سے دلوں کو آزار پہنچتا ہے دلوں کو صدق و امانت سے انکار رہتا ہے جو حظ ہزلیات کے سننے سے حاصل ہوتا ہے وہ قرآن و حدیث کی استماع سے میسر نہیں آتا وعظ و نصیحت پر تکلف کرنے میں لقمان دوران ہیں اور زشتی کردار میں بے تکلف شیطان زماں سے

ہمہ کژ طبع در سرشت و نہاد ہمہ در شیوۂ ستم استاد
ہمہ سر کردۂ سپاہ بلا ہمہ برہم زنان بزم وفا
عیب جویاں و پائے تا سر عیب کردہ آئینہ را نہاں در جیب
نیک شان از بداں بتر باشد لعل شان سنگ بد گہر باشد

خورد بزرگ کے ساتھ جوش میں ہے ہمسایہ ہمسایہ کے ساتھ خروش میں ہے وضیع و شریف سب حق پوش ہیں اور اظہار کلمۂ حق میں خاموش۔ سب کے سب گلیم شقاوت بر دوش ہیں اور حلقۂ بندگی شیطان در گوش اور سب کو روز جزا فراموش اور تمام بادۂ مکر و تزویر سے بیہوش غرضیکہ سب ہمہ گندم نما و جو فروش ہیں اور شہوت شکم و فرج میں مدہوش جسکو دیکھو شہوت پرست و زیاں کار ہے جس کے ساتھ آمیزش کرو وہ غدار و مردم آزار ہے۔ اس قوم کے ایمان کا چراغ بے نور ہے اور اعتقاد کا گھر خانۂ زنبور ان کی روباہ بازی بیان سے باہر ہے اور ان واقعہ طلبوں کی چالاکی و بے باکی ظاہر ہے

ہمہ درندہ پوستین چون سگ ہمہ مردم گزائے چوں کژدم

حضرت فضیل عیاض رحمہ فرماتے تھے میں آرزو مند ہوں کہ بیمار ہو جاؤں تاکہ مجھکو جماعت میں ان ظاہر پرستوں کی جانا نہ پڑے اور جس شخص کا گذر مجھپر ہو اور وہ مجھکو سلام کرے تو میں اسکا بڑا احسان اپنے اوپر مانتا ہوں بالجملہ جو بے خرد تنہائی سے گھبرا کر صحبت میں ان دو رنگوں کی مانوس ہوتا ہے وہ ہمیشہ رنجور

رہتا ہے اور جان اس کی عافیت سے دور ہوتی ہے ؎

تنہا نشیں و صحبت دیو اختیار کن ۔۔۔ کا ثار انس در گہر آدمی نماند

عاقل کا قوت خون جگر ہے اور احمق کی غذا شیر و شکر۔ سیئہ حسنہ پر عیب پکڑتا ہے حرام حلال پر ہنستا ہے حمق عقل پر برتری چاہتا ہے جہل علم پر فوقیت ڈھونڈتا ہے فضلا ہمدوش بو الفضولی ہیں اور علما ہم آغوش بیدانشی محقق و مقلد ناقص و کامل اور عارف و عامی میں کچھ تفاوت و امتیاز باقی نہ رہا ؎

امروز بہائے ہیزم و عود یکے ست ۔۔۔ ہم مرتبۂ خلیل و نمرود یکے ست

در گوش کسانیکہ بہ غفلت ستند ۔۔۔ آواز خر و نغمۂ داؤد یکے ست

اس زمانے میں ایک ایسی قوم بیدانش بھی موجود ہے کہ جوہر ذاتی سے تو بے بہرۂ محض ہے اور علم و فضل سے بے نصیب لیکن مجالس و محافل میں ذکر اپنے آباد و اجداد کے علم و فضل کا کرتی ہے اور اہل فضل و بلاغت کو ہدف ناوک طعن و طنز ٹھہراتی ہے یہ نہیں جانتے کہ ریزۂ استخواں کا صرافوں کے بازار میں کیا مصرف ہے اور سنگ سیاہ کی سامنے لعل مذاب کے کیا قدر و قیمت ؟"

ملہ گلاب خشک شدہ

(ختم ہوا کلام نواب صاحب مرحوم کا)

میں نے ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء میں ایک رسالہ اکابر قوم کے نام سے لکھا تھا جس کے ابتک کئی ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں۔ اسمیں مسلمانوں کے عالموں۔ امیروں اور فقیروں کے پوست کندہ مختصر حالات لکھے گئے تھے اسجگہ رسالۂ اکابر قوم ہی سے مسلمانوں کے پیشہ ور واعظوں کی روئداد نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا

"سب سے زیادہ خطرناک سب سے زیادہ نقصان رساں پیشہ ور واعظوں کا گروہ ہے ان کا حلقۂ اثر بہت وسیع اور ان کی پھیلائی ہوئی مصیبتیں بڑی ہی ہلاکت آفریں ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے پیدا کئے ہوئے وبائی کیڑے غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں کو رات دن ماؤف کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس عجیب عجیب قسم کے چوغے۔ عمامے تسبیحیں۔ عصاء وغیرہ سامان بطور آلاتِ بازیگری ہوتا ہے بعض

مثنوی رومی نہایت خوش الحانی سے گاتے ہیں۔ بعض کو فارسی و اردو شعراء کے دلچسپ اشعار یاد ہوتے ہیں۔ بعض خود بھی شاعر ہوتے ہیں اور اپنے اشعار نہایت دلربا انداز میں گاتے ہیں بہت سی کہانیوں اور جھوٹی سچی روایات ترتیب دیکر اپنے وعظ کو زبانی یاد کر لیتے ہیں جو فونوگراف کے ریکارڈ کی مانند نہایت عمدگی اور طلاقت کے ساتھ ادا کر دیا جاتا ہے۔ بعض کے ہمراہ ایک یا دو خوش آواز لڑکے بھی ہوتے ہیں جن کی خوش الحانی سے خوب امداد لی جاتی اور مجلس کو گرمایا جاتا ہے۔ واعظ صاحب کی تمام تر کوشش اس بات میں صرف ہوتی ہے کہ سامعین خوش ہوں اور ان کے مذاق کی پوری پوری پیروی کی جائے۔ چنانچہ ایک بستی میں پہنچکر معلوم کرتے ہیں کہ یہاں اہلحدیث لوگوں کا زور ہے اور اُن سے زیادہ روپیہ وصول ہو سکیگا اور ضیافتوں کا لطف رہیگا تو وہاں واعظ صاحب اہلحدیث بنجاتے۔ تقویۃ الایمان وتنویر العینین والا وعظ شروع کرتے اور آمین و رفعیدین کے عامل ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے رخصت ہو کر کسی دوسری بستی میں پہنچتے ہیں اور وہاں دوسری قسم کے لوگ دیکھتے ہیں تو فوراً مولود و عرس وغیرہ کے جواز میں سلسلۂ وعظ شروع ہو جاتا ہے۔

ہر ایک وعظ کا مقطع یہ ہوتا ہے کہ کچھ دلواؤ۔ کبھی کسی مسجد کبھی کسی مدرسہ کبھی کسی یتیم خانہ کبھی کسی انجمن کو بطور آلۂ ایصال زر استعمال کیا جاتا ہے۔ غرضکہ سارے وعظ کا زور زرطلبی پر ختم ہوتا اور سارے گانے بجانے کی تان شیئاً للہ پر ہی ٹوٹتی ہے بقول شخصے۔ ع ایں ہمہ از پئے آنست کہ زر میخواہد۔

عموماً وعظ میں عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوش وخروش ظاہر کیا جاتا ہے اسی ذیل میں عاشقانہ غزلیں پڑھکر واعظ صاحب اپنی خوش الحانی سے سامعین کے دلوں کو مسرور کرتے ہیں لیکن سیرۃ نبوی صلعم کا کوئی ایک صحیح واقعہ اور اس سے کوئی مفید نتیجہ جو مسلمانوں کے لئے نیک تحریک کا موجب ہو مطلق بیان نہیں کرتے اور نہ بیان کر سکتے ہیں۔ بعض اوقات تصوف کی باتیں اور صوفیائے کرام کی جھوٹی سچی حکایتیں سناتے ہیں مگر خود اپنا نمونہ اس کے برعکس پیش کرتے ہیں یا ان پیشہ ور واعظوں

ہیں سے بعض کی نسبت تو یہاں تک سنا گیا ہے کہ وعظ سے فارغ ہو کر اور لوگوں سے روپیہ جمع کر کے شراب خانوں میں اور بازاری عورتوں کے یہاں چھپ چھپ کر اور بھیس بدل بدل کر جاتے ہیں بعض ایسے بھی سنے گئے ہیں کہ عورتوں کو بھگا کر لیجاتے ہیں۔
اکثر پیشہ ور واعظ سفر میں اپنا انداز رئیسانہ رکھتے ہیں بعض اپنے میزبانوں سے نفیس کھانوں کی فرمائش کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے بعض روٹی کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ بادام مقشر، مصری۔ ربڑی۔ لکھنوی طرز پر تیار کی ہوئی چاء۔ کیک اور کشمش وغیرہ ہی سے اپنا تنور شکم پُر کرتے ہیں۔ میزبان سے اگر ذرا قصور ہو جائے اور ان کے لئے گرم دودھ اور مرغن کھانوں میں دیر ہو جائے تو واعظ صاحب فوراً روٹھ جاتے اور ایک قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ بادشاہوں کی طرح اپنی تعظیم کراتے ہیں چلتے وقت اس شہر یا قصبہ کی سوغاتیں بھی ساتھ لیتے ہیں بعض اوقات اپنی بیوی کے لئے پاجامہ کا کپڑا بنارسی دوپٹہ اور بچوں کے لئے جوتیاں تک بھی عجیب درعجیب طرز عمل اختیار فرما کر اور چالاکی وفریب بازی میں ٹھگوں اور نمبر دس کے بدمعاشوں کو مات دیکر اپنے معتقدین سے مفت منگوا لیتے ہیں۔
اسٹیشن ریلوے تک بڑی شان و شکوہ کے ساتھ پہونچتے ہیں شہر والے جو واعظ صاحب کو وداع کرنے ہمراہ آئے تھے۔ انہیں سے جب کوئی عقیدتمند واعظ صاحب کے لئے بکنگ آفس کی طرف ٹکٹ خریدنے جاتا ہے تو واعظ صاحب بجائے اس کے کہ اسکو ٹکٹ کی قیمت اپنے پاس سے نکال کر دیں جاتے ہوئے کو روک کر کہتے ہیں کہ آپ کو شاید معلوم نہ ہو میں ہمیشہ سکنڈ کلاس میں سفر کیا کرتا ہوں۔ مجبوراً بیچارے کو سکنڈ کلاس کا ٹکٹ لا کر دینا پڑتا ہے۔ عام طور پر پیشہ ور واعظوں کے ایجنٹ بھی ہوتے ہیں جو ان کی گرم بازاری میں کوشاں رہتے ہیں۔ بعض پیشہ ور واعظ صاحب تصنیف بھی ہوتے ہیں وہ اپنی فروختنی کتابوں کا ذخیرہ بھی ساتھ رکھتے ہیں۔ اور انکے تمام وعظ کا خلاصہ اور نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ہماری کتابیں خرید لو اور دو دو یا چار چار آنے میں جنت کی کلید کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ بعض سرمہ فروش اور تعویذ لگا نیوالے بھی واعظ

بنکر اپنا کام نکالتے اور خوب ٹکے سیدھے کر لیتے ہیں ۔
زیادہ چالاک اور شین قاف سے درست واعظوں کا تو شہروں اور قصبوں ہی میں پیٹ بھر جاتا ہے جو ان سے ذرا کم درجے کے ہوتے ہیں وہ دیہات میں بھی دورہ کرتے اور بیچارے گاؤں والوں کو اچھی طرح اپنا معمول بنا کر الو بناتے ہیں ۔ ان پیشہ ور واعظوں کی روزی مسلمانوں کی جہالت کی بدولت چل رہی ہے اور ان کی تعداد خطرناک طور پر ترقی کر رہی ہے اور یہ سب مسلمانوں کو جاہل اور احمق ہی رکھنے میں اپنی مقصد وری یقین کرتے ہیں ان پیشہ ور واعظوں کی ایک خاص علامت یہ بھی ہے کہ یہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ لوگوں سے بہت گھبراتے ہیں اور نہ انکو نصیحت کرنا چاہتے ہیں نہ اُن کو راہ راست پر لانے کی قابلیت رکھتے ہیں ۔ درحقیقت ان پیشہ ور ذریعہ تاریکی کو تقویت اور جاہلوں کے بگڑے ہوئے مذاق کی اعانت ہوتی ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ بھیڑیوں نے واعظوں کا لباس پہن رکھا ہے اور جیب کتروں نے خانقاہوں میں بسترے جمائے ہیں کسی کو یہ شبہ نہ گزرے کہ میں نے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا ہے ۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ بعض ایسے قیمتی وجود موجود ہیں جو ہر ایک اعتبار سے قابل تعریف اور نمونہ ٹھہرائے جانے کے قابل ہیں لیکن وہ اسقدر کم ہیں کہ اُن کا عدم وجود برابر ہے

میں نے مجموعی طور پر ایک عام نظر ڈالی ہے کسی خاص شخص یا اشخاص کا نام نہیں لیا نہ میرا یہ مدعا کہ بلاوجہ کسی کا دل دکھایا جائے میں نے چند وہ عیوب بیان کئے ہیں جنکا مجھکو علم ہوا ۔ کچھ بعید نہیں کہ ان حلقوں میں جو مذکورہ بالا صفات کے موصوف ہیں میری اس تحریر سے کھلبلی مچے اور مجھکو ہدف ملامت بنانیکی کوشش ہو لیکن الحمدللہ میں نے جو کچھ لکھا ہے نیک نیتی سے اور رضائے الٰہی کے لئے لکھا ہے لہذا مجھکو نہ کسی کی مخالفت کا خوف ہے نہ کسی کی موافقت کی احتیاج ہے

جہانیاں زتو برگشتہ اند گر غالب ترا چہ باک خدائے کہ داشتی داری

* موجودہ زمانہ کے علمائے سو کی ایک خاص شناخت یہ ہے کہ انمیں اُس قربانی اور فداکاری کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا جسکو اسلام خصوصیت سے ہر مسلمان میں پیدا کرنا چاہتا ہے یہ لوگ رضائے الٰہی کیلئے نہ کوئی جسمانی اذیت برداشت کر سکتے ہیں نہ مالی

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ

خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کی جانیں اور ان کے مال اس وعدے پر خرید لیے ہیں کہ انکے بدلے انکو جنت دیگا

(التوبہ - ۱۴)

لیکن اس زمانہ کے علمائے سوء سب سے زیادہ بزدل اور سب سے زیادہ اپنی جان و مال وجاہ کے عاشق زار اور ہر خطرہ کے مقام سے کوسوں دور رہنے والے ہوتے ہیں اور خطرہ کے پاس تک نہیں پھٹکنا چاہتے۔ اگر کوئی خطرہ نہ ہو تو سب سے زیادہ لاف زنی کرنیوالے اور قید و بند کا اندیشہ یا کسی حکومت و اقتدار کی طرف سے چشم نمائی کا احتمال ہو تو دُم دبا کر خاموش اور کلمہ حق کے اظہار و اعلان میں گونگے ہو جاتے ہیں گویا انکو سانپ سونگھ گیا ہے۔ مسلمانوں کو فربنانے اور علمائے حق پر غرانے کے لئے شیر مردم در لیکن طاقتور دشمنِ اسلام کے مقابلے میں دُم کٹے ہوئے گیدڑ۔

اس کتاب کا مسودہ یہیں تک لکھا گیا تھا کہ آج ماہانہ رسالہ فاران بجنور کا ماہ دسمبر ۵۳ء کا نمبر میرے پاس پہنچا۔ اس رسالہ کے اڈیٹر مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط ہیں جو اس سے پہلے مشہور اخبار الجمعیۃ کے اڈیٹر رہ چکے ہیں اور میرے مخلص دوست ہیں۔ مولینا فارقلیط ممدوح نے فاران کے اس نمبر میں "ایک خطرناک گروہ" کے عنوان سے ایک نہایت قیمتی مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون کو پڑھکر مجھے بیحد مسرت حاصل ہوئی کہ جس ضرورت کا مجھے احساس ہوا اسکو مولینا ممدوح نے بھی میری ہی طرح محسوس کیا۔ میں مذکورہ مضمون کے ایک بڑے حصہ کا اقتباس ذیل میں درج کرتا ہوں جسکو اس کتاب کا خلاصہ سمجھنا چاہئے۔ وھو ھذا۔

"یہ ظاہر ہے کہ علماء اپنی قوم و ملت کا دماغ ہوتے ہیں اور انھیں کا قول و عمل ملت کی عمارت کا سنگ بنیاد بنتا ہے افراد مذہبی معاملات کو علماء کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ علماء کے کانوں سے سنتے ہیں اور علماء ہی کے دماغ سے سوچتے ہیں اور ان کے ہر قول و فعل کو شریعت کا نمونہ سمجھتے ہیں۔ علماء قوم کے سامنے اپنا نقشہ جس حیثیت سے پیش کرینگے قومی ضمیر کی تشکیل بھی اسی پیمانہ پر

ہوگی اور جس رنگ کو وہ اپنے لئے پسند کرینگے اسی میں پوری قوم رنگین نظر آئیگی۔ اگر علماء اتحاد و محبت کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہوجائیں تو ناممکن ہے کہ قوم دست و گریبانی اور اختلاف و شقاق سے محفوظ رہے اگر علماء اپنے دلوں سے خدا کا خوف نکالدیں اور مادی طاقتوں سے خوف کرنے لگیں تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم بزدل۔ پست ہمت۔ خوفزدہ اور غلامی کی ذلت آمیز راحتوں پر قانع ہوجائیگی۔ اگر علماء اپنے علم کا جائز استعمال کرینگے تو افراد میں بھی علم کا شوق اور عمل کا ذوق پیدا ہوگا۔ اگر وہ قول سے نہیں عمل سے اصلاح و تربیت کا فرض انجام دینگے تو ان کے پیروؤں کی زندگی بھی گفتار سے زیادہ کردار کا مظہر ہوگی۔ لیکن اگر علمائے دین اپنے علم کا غلط استعمال شروع کردیں اور رہبر بنکر رہزنی پر اتر آئیں تو پھر امت کی تباہی یقینی ہوجاتی ہے۔

جو علماء اپنے فرائض کو ادا کرتے ہیں قوم اور مسلمانوں کی بھلائی میں اپنے آپ کو برباد کردیتے ہیں اور ان کا ہر کام اخلاص و صداقت پر مبنی ہوتا ہے وہ قوم کے ماہتاب اور امت کے مطاع ہیں اور انبیاء کرام کے جانشین ایسے علماء کے بارے میں خدا تعالے کا ارشاد ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ۔

اصل میں علماء کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کے علماء وہ ہیں جو علم و عمل اور قول و فعل میں کامل۔ اسرار شریعت کے ماہر اور اجتہاد و بصیرت کے روشن چراغ ہوتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کیا ہے قرآن حکیم کس روح کا حامل ہے اور اس کے ذریعہ کس طرح غلاموں کو سلطان۔ کمزوروں کو قوی ظالموں کو عادل و منصف اور ذلیلوں کے سر و نیر وقار و عزت کا تاج رکھا جاتا ہے۔ یہ علماء جب امت کو ضلالت و گمراہی میں دیکھتے ہیں تو تڑپ جاتے ہیں وہ جب محسوس کرتے ہیں کہ خدا کی زمین امن و سلامتی کی بجائے

ظلم و عدوان اور شقاوت و فساد سے بھر گئی ہے تو ان پر رات کا سونا حرام ہو جاتا ہے۔ وہ وعظ کی محفلوں میں اس لئے آتے ہیں کہ مسلمان شریعت کا گر سیکھیں اور بندوں کی گردنیں خدائے واحد کے آستانے پر جھک جائیں وہ دعوتوں میں اس لئے شریک ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسراف اور نمائش سے باز رکھیں وہ مسلمانوں سے اس لئے ملتے ہیں کہ صحیح مشوروں سے ان کی رہنمائی کریں۔
غرض ان کا ہر کام اللہ کے لئے ہوتا ہے ان کا ہر قدم مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اٹھتا ہے اور ان کا دماغ اسلام کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے وقف ہو جاتا ہے۔ یہی وہ علماء ہیں جو امت کے امام قوم کے رہبر اور ملت کے پیشوا ہیں۔

دوسری قسم کے وہ علماء ہیں جو علم میں تو کامل مگر عمل میں ناقص ہوتے ہیں وہ کتاب و سنت پر تو عبور رکھتے ہیں۔ مگر ان کی عملی حالت قابل اقتداء نہیں ہوتی۔ وہ اپنے سینہ میں دل درد مند اور منہ میں زبان ماتم سرا رکھتے ہیں مگر نفس پرستی اور راحت طلبی کے باعث اپنی قوت کو فعل میں نہیں لاتے۔ یہی وہ علماء ہیں جو قوم پر گمراہیوں اور شقاوتوں کے دروازے کھولدیتے ہیں اور دنیا ان کے عمل کو دیکھکر اپنے طریق کار کو بدل دیتی ہے ایسے علماء خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنے کردار سے دوسروں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں تاہم ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ شاید وہ اپنی کجروی سے باز آجائیں اور ضمیر کی روشنی پھر انکو آمادۂ عمل بنادے لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی سے موجودہ دور میں علماء کی ایک تیسری قسم بھی پیدا ہو گئی ہے یہ ایسی خوفناک اور تباہ کن قسم ہے جس نے نظام شرعی کا تختہ اُلٹ کر مسلمانوں کی معاشرتی حالت اور ان کی ذہنیت کو بھی منقلب کر ڈالا ہے۔ یہ علماء دینی علوم سے تو کیا کسی علم سے بھی مس نہیں رکھتے اور اسلام سے اسی طرح نابلد ہوتے ہیں جس طرح ایک اجنبی کسی شہر کے گلی کوچوں اور راستوں سے نابلد

ہوتا ہے۔ آج اسی طبقہ نے افراد امت پر قبضہ جما رکھا ہے اور ہر جگہ اسی کا طوطی بول رہا ہے۔ عوام جو انکی علمیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور قصوں کہانیوں اور تھیٹروں کے نظر فریب کھیلوں پر جان دیتے ہیں وہ انکے جنگل میں پھنس کر اپنے رہے سہے ایمان کو بھی تباہ کر ڈالتے ہیں۔ یہ علما تھیٹروں کی ایکٹری سے رٹائر ہو کر اور محنت وجفاکشی سے منہ پھیر کر مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ہر جگہ مارے مارے پھرتے ہیں اور وعظ و تلقین کے نام سے مسلمانوں کے قوائے عمل کو مفلوج اور ان کی دینی۔ اخلاقی اور اقتصادی ملکت کو تاراج کرنیکا فرض انجام دیتے ہیں۔

یہ علماء نہیں جانتے کہ کتاب و سنت کیا چیز ہے۔ اسلام کا پیغام کیا ہے دین الٰہی کی خصوصیات کیا ہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے . . . .

. . . .

. . کہ مسلمانوں کا اصلی مرض کیا ہے۔ اور اس کے ازالہ کے لئے کن تدابیر کو اختیار کرنیکی ضرورت ہے۔ ان کا حقیقی مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان جیسی مفلس قوم کو لوٹ کر اور زیادہ مفلس بنائیں اور جہلا کے لئے اور جہالت کے اسباب پیدا کریں یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے علما ہمیشہ عوام کی سوفیانہ ذہنیت سے فائدہ اٹھا کر ان کو جھوٹی داستانوں بے سروپا کہانیوں اور غیر ضروری مباحث میں الجھا دیتے ہیں اور اپنا گمراہ اور تاریک دماغ سامعین کے سر میں اتار کر ہی دم لیتے ہیں۔ ایک طرف تو علما حقانی کی کمی اور دوسری طرف عام مسلمانوں کی رند مشربی اور جہالت سے یہ لوگ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس خیال سے کہ کہیں علمائے قایم بالحق میدان میں نکل کر مسلمانوں کی صحیح قیادت نہ کرنے لگیں وہ حفظ ما تقدم کے طور پر ان کو بدنام کرنیکا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو بتا دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دنیا میں قابل دار ہو سکتا ہے تو وہ وہابی ہو

کیونکہ وہ بزرگوں۔ پیروں اور ولیوں کا منکر ہے اور مسلمانوں کو رسم و رواج
کی پابندیوں سے آزاد کرانا اس کے فرائض میں داخل ہے۔
یہ حربہ اسقدر کارگر ثابت ہوا ہے کہ یہ علماء شریعت کے سچے علمبرداروں
کو اس کے ذریعہ بہت جلد شکست دیدیتے ہیں اور وہابی کہکر ان کو عوام
کی نظروں سے گرا دیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میدان ان ہی کے ہاتھ میں
رہتا ہے اور وہ غریب مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ لوٹ کر اور زیادہ
جاہل بے شرم بے غیرت اور ضمیر فروش بنا دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں
جن کے متعلق اللہ کی پاک کتاب ابتداہی سے یہ اعلان کر چکی ہو یَا اَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ ایسے ہی علمائے سوء کے متعلق
داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ ذمام
نہاد علماء آسمان کے نیچے اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ شریر ہونگے۔
علمائے ربانی کی سیرت کیسی ہونی چاہیئے؟ اور ان کے فرائض کیا ہیں؟ قرآن
کریم بتاتا ہے کہ ہادی اور رہنما کو سب سے زیادہ صابر ہونا چاہیئے کہ وہ ناگزیر
مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرسکے اور مصائب میں گھبرا کر مایوس
نہ ہو جائے اسکو سب سے زیادہ خدا کی آیتوں پر یقین ہونا چاہیئے کہ یقین
ہی انسان میں عمل کی قوت اور کامیابی کی لگن پیدا کرتا ہے اور اسی کے
سہارے اصلاح امت کی کٹھن منزلیں طے ہوتی ہیں۔ جب یہ اوصاف
کسی عالم میں پیدا ہو جائیں تو پھر اسکا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو حق کیطرف
بلائے اور احکام الٰہی کی تعمیل کے لئے خدا کی مخلوق کو آمادہ کرے وَجَعَلْنَا
مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ۔ علمائے
حق کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اصلاح امت کے لئے اپنے آپ
کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیں اور دعوت الی الخیر کو اپنی زندگی کا

نصب العین بنالیں ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔ مسلمان خیر الامم ہیں اور اس لئے پیدا کیئے گئے ہیں کہ لوگوں کی نفع رسانی اور بہبودی کے کام انجام دیتے رہیں اور داعی حق بنکر لوگوں کو حسنِ عمل کی دعوت دیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر مذکورہ آیات سے واضح ہو گیا کہ علمائے کرام کا نصب العین اور اولین فرض حق کی دعوت کو پھیلانا اور محاسن کی تبلیغ کرنا ہے۔ اب دیکھو کہ آجکل تیسری قسم کے علماء (کہ یہی عوام پر قابض ہیں) خدا کی مخلوق کے لئے کیا کر رہے ہیں اور وہ مسلموں اور غیر مسلموں کے لئے کہانتک مفید ثابت ہوئے ہیں یہ لوگ نہ تو شرعی علوم سے آگاہ ہوتے ہیں نہ اسلامی اصول کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور نہ ان کی اخلاقی سیرت محمود ہوتی ہے۔ اور چونکہ وہ محنت اور جفاکشی کے عادی نہیں ہوتے اس لئے وہ مسلمانوں کی قیادت کا پُر امن راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور پیٹ پالنے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ ایک طرف وہ شیوہ بیان واعظ اور قادر الکلام مقرر مشہور ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف جہلا خوش ہو کر اپنی کھیتی اُنکے حوالے کر دیتے ہیں۔ مسلمان جس شوق سے وعظ سنتے ہیں اور جس کثرت سے مذہبی مجالس کا اہتمام انمیں کیا جاتا ہے اسکی نظیر کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتی قرآن کریم بھی ہر جگہ بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے یعنی لاکھوں مسجدوں۔ وعظ کی محفلوں۔ جلسوں۔ عام تقریبوں اور اجتماعی و انفرادی طور پر جس تسلسل اور کثرت کیساتھ اللہ کی یہ کتاب تلاوت کیجاتی ہے۔ اسکا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان اس کتاب کے مضامین اور اسلام کے اُمہات المسائل سے اسی قدر زیادہ واقف ہوتے اور ان کو اسلام پر وہ بصیرت حاصل ہوتی کہ اعتقاد اور عمل کا کوئی فساد ان میں باقی نہ رہتا مگر واقعہ کیا ہے؟ اسلام سے عام

ناواقفیت۔ جہالت۔ فسق اعتقادی اور فسق عملی کتنے مسلمان ہیں جو توحید الٰہی کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ کتنے کلمہ گو ہیں جو کتاب اللہ کی صداقت کی کوئی دلیل اپنے دماغ میں رکھتے ہیں۔ کتنے مومن ہیں جو نبوت کے مرتبہ سے واقف ہیں۔ کتنے مسلم ہیں جو اپنے کامل اور مزکی نبی کی زندگی کے صحیح حالات سے آگاہ ہیں؟ ان غریبوں کو کیا معلوم کہ اسلام کا انقلاب انگیز پیغام کیا ہے اور اسکی وہ کونسی روح ہے جس نے ایک مردہ قوم کو حضیض غلامی سے نکال کر ذروۂ آزادی پر پہونچایا تھا اور اسنے کلام الٰہی کی روشنی میں دنیا کے نئے نقشے بنائے تھے۔ نماز پڑھنے والوں سے دریافت کرو کہ نماز پڑھنے کا حقیقی مقصد کیا ہے روزہ داروں سے پوچھو کہ فاقہ کشی میں کیا حکمت ہے۔ اگر آپ ان امور کا کھوج لگائینگے تو آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ اس عام جہالت کی حقیقی علت ان ہی علمائے سوء کی جہالت اور رہنمائی ہے کیونکہ وہ خود بھی ان حقایق سے محروم ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی اور طریقے سے بھی انکا اظہار نہ ہو۔ اس لئے وہ مسلمانوں کی قیادت کا دوسرا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں تاکہ ان کی واعظانہ حیثیت بھی قایم رہے اور ان کی مٹھیاں بھی گرم ہوتی رہیں۔

یہ علماء کبھی مسلمانوں کو اس امر کی تلقین نہیں کرینگے کہ اسلام کے بنیادی اصول کیا ہیں بلکہ وہ کربلا کے جھوٹے افسانے سنا کر ان کو ماتم سرائی اور سینہ کوبی کا سبق دینگے۔ وہ کبھی احکام الٰہیہ کے اسرار و حکم پر زبان نہیں کھولینگے بلکہ اولیاء اللہ کی سچی اور جھوٹی کرامتیں سنا کر ان میں پیر پرستی قبر پرستی اور آثار پرستی کے جراثیم پیدا کرینگے۔ وہ نہیں بتائینگے کہ داعی اسلام کی زندگی کا نقشہ کیا تھا اور آپ کس مقصد کو لیکر دنیا میں آئے تھے۔ بلکہ وہ مسلمانوں کو قصے کہانیاں سنا کر ہنسانے اور خوش کرنیکی کوشش کرینگے۔ وہ کبھی مسلمانوں کو ان کے فرایض سے آگاہ نہیں کرینگے بلکہ وہابیت

کا تنا خسانہ کھڑا کر کے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی گردن کاٹنے پر آمادہ کرینگے اور اس قابل بھی نہ چھوڑینگے کہ وہ وحدت کے کلمہ کی اہمیت اور عالمگیر اخوت کی ضرورت کا احساس بھی کر سکیں۔ ان علمائے سوء کے مفاسد یہیں ختم نہیں ہو جاتے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو الحاد و دہریت کا سبب بھی یہی لوگ قرار پاتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے علماء نہ تو علوم شرعیہ پر عبور ہی رکھتے ہیں اور نہ ان کی سیرت اسلامی سیرت ہوتی ہے بلکہ انمیں اکثر اخلاقی حیثیت سے بھی نہایت ذلیل اور پست ہوتے ہیں۔ جب ان کے خیالات و مسلک پر تعلیم یافتہ یا روشن خیال طبقہ کی نظر پڑتی ہے اور ان کی بد اخلاقیاں اس کے سامنے آتی ہیں تو وہ علما رقائم بالحق کو بھی انھیں علماء سوء پر قیاس کر لیتا ہے اور ان سب پر بلا استثناء ملّا ازم کا اطلاق درست سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ شریعت نے خود علمائے ربانی اور علمائے سوء میں تفریق کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ جب ان شیوہ بیان واعظین کے جاہلانہ خیالات اور غیر معقول عقائد کا پرتو نئی روشنی کے نوجوانوں پر پڑتا ہے تو وہ ان مجسمہائے جہالت سے بیزار ہونیکی بجائے اسلام ہی کو مشکوک اور نا قابل فہم سمجھنے لگتے ہیں اور یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسلام ہی عقل اور ترقی کے راستے میں روک ہے اور وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ دنیا کے سامنے اسکو پیش کیا جائے۔ اس طرح نوجوانوں اور تعلیمیافتہ حضرات میں الحاد کے جراثیم نشو و نما پانے لگتے ہیں اور واعظین کی جہالت کے صدقے میں ایک گروہ دشمنان اسلام کا آلۂ کار بنجاتا ہے ہمیں متعدد بار تعلیم یافتہ حضرات سے گفتگو کا موقع ملا اور ہمنے ٹھنڈے دل سے ان کے خیالات کو سنا اور حیرت میں پڑ گئے کہ اسلام کی بابت انکی معلومات کا ذریعہ جاہل واعظوں کی بے سر و پا داستانیں ہیں۔ ایک طرف تو ان علمائے سوء کی بدولت الحاد و دہریت کو قوت حاصل ہوتی

ہے اور دوسری طرف غیر مسلم بھی اس قسم کے جاہلانہ خیالات کو سنکر اسلام سے دور بھاگتے ہیں اور اس طرح اشاعتِ اسلام اور دعوت حق کا مقصد ان واعظین کی بدولت فوت ہو جاتا ہے۔ اسلام جو بذات خود دلیل و برہان فکر و بصیرت اور عقل و ضمیر کی آواز ہے اور جس نے دنیا کو سب سے پہلے فہم اور غور و فکر کی دعوت دی وہ آج اس قسم کے واعظین کی بدولت اوہام پرستیوں اور سریع الاعتقادیوں کا مجموعہ بنا ہوا ہے۔ جبتک ان رسمی واعظوں اور جاہل مقرروں اور مولود خوانوں کی رسی دراز رہیگی اور عوام کے دماغ کی تربیت نہ کیجائیگی اسوقت تک مسلمانوں کی عام جہالت۔ اسلام سے بیگانگی عملی اور اعتقادی گمراہی اور معاشرتی فساد کا ازالہ نہیں ہو سکتا اور نہ مجموعی حیثیت سے مسلمانوں کی عقلی سطح بلند ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمان اپنی ذہنیت میں اتنی تبدیلی پیدا کرلیں کہ وعظ و تلقین کو ہنسنے ہنسانے اور رونے رلانیکا ذریعہ قرار نہ دیں اور روشن خیال اور مخلص علماء کے ارشادات سے مستفید ہونیکا عزم کرلیں اور انفرادی سخاوت کے بجائے اجتماعی ایثار کے لئے آمادہ ہو جائیں تو آج دین کے گلشن میں پھر بہار آسکتی ہے اور پیشہ ور واعظین کا دماغ بہت جلد درست ہو سکتا ہے۔ فہل انتم منتھون۔

ہمیں اس حقیقت کے اظہار پر بھی مجبور ہونا پڑتا ہے کہ جاہل واعظوں کے فروغ کا باعث علمائے حقانی کا سکوت اور باخبر اہل علم کی مداہنت بھی ہے۔ وہ چونکہ ان اکھاڑوں کے پہلوان نہیں ہوتے اور حریفانہ جذبہ سے وہ اپنے آپکو پاک رکھنا چاہتے ہیں اس لئے واعظوں کی نئی مخلوق میدان پر قابض ہو جاتی ہے۔ گو علماء کا تقدس اسی امر کا مقتضی ہے کہ لکم دینکم ولی دین پر عمل کیا جائے لیکن جب اس طبقہ کی تباہ کاریاں اپنے حدود سے تجاوز کر چکی ہیں انکا دامن بچانا اور اس تماشے کو خاموشی سے دیکھنا امر بالمعروف کا کچھ اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔"

(ختم ہوا اقتباس رسالہ فاران کا)

جناب محترمی مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی اڈیٹر روزنامہ ہند جدید کلکتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"مسلمان اپنے مسلمان ہونیپر ناز کرتے اور اسلام کے نام پر ہر چیز قربان کر ڈالنے پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اس تمام جوش وخروش کے باوجود وہ حقیقی اسلام سے دور ہیں۔ صرف دور ہی نہیں بلکہ حقیقی اسلام کو بے دینی قرار دیتے ہیں حقیقی اسلام پیش کرنیوالونکو لامذہب اور گمراہ سمجھتے ہیں۔

اس صورتِ حال کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں بیشمار خرافات شامل کردی گئی ہیں۔ عام مسلمان صدیوں سے ان خرافات پر چل رہے ہیں اور عادی ہوجانیکی وجہ سے انہی کو اصلی دین سمجھنے لگے ہیں۔ بدقسمتی سے علمائے حق کا فقدان رہا ہے۔

امام ابن تیمیہ کے بعد علمائے حق پیدا نہیں ہوئے اور ہوئے بھی تو عزیمت وہمت نہ رکھنے کیوجہ سے جہل کے مقابلے کی جرأت نہ کرسکے۔ بلاشبہ انھوں نے اپنی کتابوں میں اصلی دین کو پیش کیا مگر یہ کتابیں مقبول نہ ہوئیں یا ہوئیں مگر پُرزور نہ ہونیکے سبب عوام کے جہل وجمود پر مؤثر نہ ہوسکیں۔

اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مسلمان دینِ حق سے اس قدر اجنبی ہوچکے ہیں کہ اسے پہچانتے ہی نہیں اور اگر کوئی بندۂ خدا اسے اُن کے سامنے پیش کرتا ہے تو تعجب کرتے۔ خفا ہوتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل نئی بات ہے ہمنے کبھی نہیں سنی۔ ہمارے علما نے کبھی نہیں بتائی۔ اگر دین یہی ہے تو کیا ہمارے گزشتہ اور موجودہ مولوی جاہل تھے۔ آخر انھوں نے کیوں اسے نہیں بتایا۔

اسلام اللہ کا سچا اور آخری دین ہے۔ مفسدوں نے تو اسے بگاڑنیکی

بہت کوشش کی مگر چونکہ خود رب العالمین اس کا محافظ ہے اس لئے حقیقی دین آج بھی کتاب اللہ میں محفوظ ہے جسکی شرح و تفسیر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتی ہے ۔

میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اگر واقعی تم مسلمان بننا چاہتے ہو سچے دین پر عامل ہونا چاہتے ہو۔ دنیا و آخرت کی شادکامیاں حاصل کرنا چاہتے ہو تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کیطرف رجوع کرو۔ یہ سوچنا اور کہنا چھوڑ دو کہ فلاں عالم اور فلاں ولی نے یہ کہا اور یہ کیا تھا قیامت کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ کس عالم اور کس صوفی کے قول پر تم چلے بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تم نے اللہ اور اس کی رسول کی کہاں تک اطاعت کی ۔

یقین کرو حقیقی اسلام بہت ہی پیارا۔ سادہ اور آسان دین ہے وہ سراسر عقل کے مطابق ہے ۔ اس میں کوئی ایک بات بھی خلاف عقل نہیں ہے۔ خرافات کی اسمیں گنجائش نہیں ہے۔ انسان پرستی ۔ قبر پرستی توہم پرستی۔ قدامت پرستی۔ جمود۔ تقلید اور جہل سے اسے قطعی بیزاری ہے

اسلام کا مطالبہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے دین سے واقف ہو۔ ہر مسلمان کتاب اللہ کی تلاوت کرے ۔ اُسے سمجھے اسپر عمل کرے ۔ قرآن اس لئے نہیں نازل ہوا ہے کہ غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں میں رکھدیا جائے ۔ اسکی قسمیں کھائی جائیں یا اُسے طوطے کی طرح پڑھا جائے ۔

رومن کیتھولک چرچ کے پوپ نے عیسائیوں کو بائبل (توراۃ و انجیل) پڑھنے اور سمجھنے سے منع کردیا تھا۔ آج بھی یہ ممانعت باقی ہے کسی کیتھولک عیسائی کے لئے جائز نہیں کہ توراۃ و انجیل سمجھے۔ اور یہ کیوں؟ پوپ اور پادری اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اللہ کی وحی کو خود اُن کے سوا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ۔

ٹھیک یہی عقیدہ ہمارے مولویوں نے مسلمانوں میں پیدا کردیا ہے اس زمانہمیں مسلمان تسلیم ہی نہیں کرتے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو کوئی سمجھہ سکتا ہے۔ اس طرح دین فہمی کا دروازہ بند کردیا گیا ہے اور مسلمان اس لئے رہ گئے ہیں کہ مولویوں کے ہر قول کو آنکھیں بند کرکے مان لیں اور اسے خدا و رسول کا حکم سمجھیں۔

ایک طرف یہ ظلم ڈھایا گیا ہے دوسری طرف نام نہاد صوفیوں نے ایک الگ شریعت بنالی ہے۔ اسکا نام حقیقت و طریقت رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اسرار و رموز ہیں جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں جنہیں کوئی سمجھ نہیں سکتا جنپر اعتراض کرنا بے دینی ہے۔

اس طرح مسلمانوں کو دین سے دور کرکے انہیں قسم قسم کی بدعتیں اور خرافات پھیلادی گئیں۔ دین ایسا مسخ کیا گیا ہے کہ آج راسخون فی العلم ہی اسکی اصلیت تک پہنچ سکتے ہیں۔ باقی لوگوں کے لئے حق و باطل میں تمیز از حد دشوار ہوگئی ہے۔

ہر زبان یہی کہہ رہی ہے کہ مسلمانوں کو اس لئے تنزل ہوا ہے کہ وہ دین سے ہٹ گئے ہیں اور یہ کہ انھیں ترقی ہو ہی نہیں سکتی جبتک وہ دین کی طرف لوٹ نہ آئیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ وہ دین کیا ہے؟ کیا وہ وہی دین ہے جسپر کئی صدی سے مسلمان استوار ہیں؟ اگر یہی بات ہے تو پھر یہ دعویٰ غلط ہے کہ مسلمان دین سے ہٹ گئے ہیں۔ لیکن اگر حقیقی دین کوئی دوسرا ہے تو بتایا جائے کہ وہ ہے کہاں؟ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہے تو اُسے سمجھا کیسے جائے جبکہ ہمارے مولویوں کے مقبول قرآن و حدیث کو کوئی موجودہ انسان سمجھہ ہی نہیں سکتا۔

یہ جو کچھہ میں عرض کررہا ہوں معمولی لکھے پڑھے مسلمان بھی اسے

بغیر کسی دقت کے سمجھ سکتے ہیں ۔لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ سمجھنے پر بھی بہت سے لوگ ماننا نہیں چاہتے اور پورانی لکیر کے فقیر ہی بنے رہنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ لکیر ایکطرف دنیا برباد کر چکی اور دوسری طرف آخرت کا بھی ناس کر چکی ہے ۔

کسقدر حیرت کا مقام ہے کہ ایسی سچی بات کو بھی بعض لوگ بیدینی قرار دیتے ہیں ۔میں اس کے سوا اور کیا کہتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر چلو کیونکہ اسلام صرف یہی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے مگر اس دعوت کو بھی بیدینی کہا جاتا اور شکایت کیجاتی ہے کہ میری پالیسی مسلمانوں کی دل آزاری کرتی ہے ۔ آخر مسلمان چاہتے کیا ہیں؟ اگر انھیں اپنی بربادی وگمراہی کا احساس واعتراف ہے تو اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے سے انکار کیوں کرتے ہیں؟ حالت تو اسی وقت بدلیگی جب موجودہ طریقوں میں اصلاح کیجائیگی ۔ پھر مجھسے یہ ناراضی کیوں ہے؟ میں تو وہی بات کہتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے ۔ اصل یہ ہے کہ کتاب وسنت کیطرف دعوت میں مولوی اور صوفی اپنے لئے تباہی سمجھتے ہیں ۔ان کی گرم بازاری اسی وقت تک ہے جبتک مسلمان کتاب وسنت سے دور ہیں ۔ جوں ہی عام مسلمان حقیقی اسلام سے واقف ہو جائینگے ان لوگونکو معزول کر دینگے کیونکہ یہ لوگ دین و دنیا دونوں کی بھلائیونکا دروازہ مسلمانوں پر بند کر چکے ہیں ۔لیکن ایک چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا تمام علمائے حق سے میری درخواست ہے کہ وہ بھی میدان میں اتریں اور اس مقدس دعوت کو مسلمانوں میں پھیلائیں ۔

(ختم ہوا بیان مولینا عبدالرزاق ملیح آبادی کا)

بعض خدشات اور اُن کا جواب

(۱)

علماء اور واعظین کے عیوب جب اس طرح عوام کے سامنے واضح اور نمایاں ہو گئے تو پھر کوئی شخص عالموں کی عزت نہیں کریگا اور اِن بُرے بھلے واعظوں کے ذریعہ آخر کچھ اچھی باتیں بھی عوام کے کانوں میں پڑ ہی جاتی ہیں جس سے کچھ نہ کچھ فائدہ پہونچتا ہے اس سلسلہ کو مسدود کر دینا کسی طرح مناسب نظر نہیں آتا۔

(جواب)

جو عالم دین اور جو واعظ اسلام خود عامل اور نیک اعمال نہ ہو اور اپنی زبان سے اچھی باتیں سنا کر اپنے عمل کا برا نمونہ پیش کرے وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس جاہل بد اعمال سے جو اپنی جہالت اور بد اعمالی کو بُرا سمجھکر شرمندہ ہے زیادہ خطرناک اور زیادہ مضرت رساں ہے۔ اس کی مضرت رسانی کے سلسلہ کو جسقدر جلد ممکن ہو مسدود کر دینا اور مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے بچا لینا یقیناً خدمت اسلام اور نہایت ثواب کا کام ہے۔ یہ کہنا کہ کچھ کام کی باتیں بھی ان پیشہ ور واعظوں کی ذریعہ کان میں پڑ جاتی ہیں۔ سراسر نادانی و حماقت اور اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ سوچنے اور غور کرنیکی قابل بات یہ ہے کہ کس چیز کا نفع اس کے نقصان سے زیادہ اور کس چیز کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے۔ اگر نقصان نفع سے زیادہ ہے تو وہ چیز یقیناً قابل ترک ہے۔ یہ اصول خود خدا تعالیٰ نے تعلیم فرمادیا ہے جیساکہ شراب اور جوئے کو حرام اور قابل ترک قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نماز۔ روزہ کرنیوالوں اور صرف زکوٰۃ سے پہلو تہی اختیار کرنیوالوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنے میں تامل نہیں فرمایا۔

پھر یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ آریہ پنڈتوں کے لیکچروں میں مورتی پوجا کی مذمت اور وحدانیت الٰہی کے کچھ معمولی دلائل بھی چونکہ ہوتے ہیں تو کیا عام مسلمانوں کے لئے ان لیکچروں میں شریک ہونا اور ان کا اہتمام کرنا ضروری اور مفید قرار دیا جاسکتا ہے۔ فتدبروا۔

رہا علمائے سوء اور پیشہ ور واعظوں کی عزت و ذلت کا معاملہ تو یہ لوگ ہرگز ہرگز عزت و تکریم کے مستحق نہیں ہیں۔ عزت و تکریم کے مستحق وہی لوگ ہیں جو متقی و پرہیزگار اور خدا تعالیٰ سے ڈرنیوالے اور آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے والے ہیں جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما انا علیہ واصحابی جبتک کہ عوام علمائے سوء اور علمائے ربانی میں فرق و تمیز کرنا نہ جانیں گے اور علمائے سوء کی اعانت و حمایت ترک نہ کرینگے اسوقت تک علمائے حق کو کام کرنے اور عوام کی حالت سدھارنے کا موقع مل ہی نہیں سکتا اور مسلمانوں کے اندرونی فتنوں کا سدِ باب کماحقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلام کی عزت بہر حال بگلا بھگت نفس پرست اور خود غرض پیشہ وروں کی عزت سے زیادہ قیمتی ہے اور مسلمانوں کا اولین فرض اور مقدم کام آجکل یہی ہے کہ ان بھیڑیوں کا جو بھیڑوں کے لباس میں گھومتے پھرتے ہیں قلع قمع کردیں اور اسی کو اسلام کی سب سے بڑی خدمت یقین کریں۔

(۴)

باہر سے ایک مولوی صاحب آتے ہیں ان کی صورت اور لباس سے اُن کا متقی اور عالم ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ وعظ کے لئے اعلان کی فرمائش کرتے ہیں بعض مسلمان ظن المؤمنین خیرا کو مدنظر رکھتے ہوئے حسن ظن سے کام لیکر اس فرمائش کی تعمیل کرتے اور انکا وعظ سننے کے لئے لوگوں کو دعوت دیدیتے ہیں۔ ان کا وعظ بیحد دلچسپ ہوتا ہے اور لوگوں کو خوب مزا آتا ہے اور ان کی قبولیت عامہ ان کے لئے راستہ صاف کردیتی ہے اور وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ و معتقد بنالینے کے بعد جو کچھ انھیں حاصل کرنا ہوتا ہے لوگوں سے حاصل کرلیتے اور ان کے مذاق کو بگاڑ دیتے

ہیں۔ اب بتائیے ایسے چالاک لوگوں کا کیا علاج کیا جائے۔

جواب

اصل علاج عام مسلمانوں کو تعلیمیافتہ بنانا اور قرآن مجید کے معانی و مطالب سے اُن کو آگاہ کر دینا ہے۔ اس کے لئے سعی و کوشش بقدر امکان بجالانا اور سب سے پہلے اس کوشش میں مصروف ہو جانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جابجا مساجد میں اور نشستگاہوں میں درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا جائے جسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اس آبادی میں اگر متقی عالم عربی داں مل سکیں تو اُن سے ورنہ اردو داں پابند شرع لوگوں سے کام لیا جائے کہ وہ کوئی باترجمہ قرآن مجید لیں اور ایک وقت مقرر کر کے روزانہ اس طرح کہ پہلے ایک آیت پڑہی پھر اس آیت کا ترجمہ سنا دیا پھر اگلی آیت پڑہی اُسکا ترجمہ سنا دیا اور جس آیت کے متعلق حاشیہ پر کوئی تفسیری نوٹ ہو وہ نوٹ بھی پڑھکر سُنا اور سمجھا دیا جائے۔ اس طریقہ پر ایک یا زیادہ سے زیادہ دو رکوع کا ترجمہ سنا کر درس کو ختم کر دیا جائے۔ مدرس اگر عالم ہوں تو وہ خود بھی حسب ضرورت مختصر تشریح و توضیح فرما سکتے ہیں مگر اسبات کا خیال رہے کہ غیر ضروری حکایات و قصص اور اپنی قابلیت جتانے کے لئے ادق باتیں بیان کرنے سے پرہیز کریں اور اس درس میں آدھ گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہ ہو تاکہ لوگونکو اس درس قرآن میں شریک ہونے اور قرآن مجید کا ترجمہ سننے میں گرانی محسوس نہ ہو اور شوق باقی رہے۔

اس درس کے لئے بہترین مقام مساجد ہیں۔ صبح یا عشائی نماز کے بعد ہی فوراً درس شروع کر دیا جائے یا اور جس نماز کے بعد زیادہ آسانی ہو اور زیادہ آدمی فراہم ہو سکتے ہوں سب کی سہولت کو مدنظر رکھکر کوئی وقت مقرر کر لینا چاہیے۔ سال بھر سے کچھہ کم یا کچھہ زیادہ مدت میں پورا قرآن مجید ایک مرتبہ اس طرح سنا جا سکتا ہے اگر تمام مسلمانوں کو قرآنمجید کے مطالب سے روشناس اور واقف بنا دیا جائے تو پھر کسی دنیا پرست واعظ کا جادو اُن پر نہیں چل سکتا اور قرآنمجید ہی ان پیشہ ور اور چالاک لوگوں کی فریب بازیونکا بخوبی قلع قمع کر سکتا ہے اور اسی لئے درس قرآن کے یہ لوگ عموماً دشمن

ہوتے ہیں اور دروسِ قرآن کے سلسلہ کو بند کرا دینے کے لئے انواع و اقسام کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ایک اور ضروری علاج یہ ہے کہ مندرجہ ذیل باتونکو ضرور بالضرور ملحوظِ خاطر رکھا جائے جب کسی وعظ کی مجلس میں شرکت کا موقع ہو تو اوّل اس بات کو دیکھو کہ واعظ گویا اور مسخرا تو نہیں اگر واعظ گویا ہے اور اپنے گانے کے جوہر اور خوش الحانی کا کمال دکھاکر اور لوگوں کے کانوں میں رس ڈالکر اُن کو خوش کرنا چاہتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ کوئی ایسی بات جو تمہارے دین اور تمہاری آخرت کے لئے مفید ہو ہرگز ہرگز نہ بتا سکیگا اس کا وعظ تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب نہیں ہو سکتا۔ وہ درحقیقت مسلمانونکو ذلیل و پست فطرت اور احمق یقین کرتا اور ان کی پست فطرتی اور حماقت سے خود فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ جو مسلمان خوش آوازی و گلے بازی سے مسرور ہوتا اور واہ واہ کرتا ہے وہ درحقیقت تھیٹر اور رقص و سرود کی محفل اور وعظ و پند کے جلسہ میں کوئی فرق نہیں کرتا اور شیطانی جذبات کا غلام اور ننگ اسلام ہے۔

باحمیت اور غیرت دار مسلمان کو چاہئے کہ جب واعظ مثنوی خوانی کے ذریعہ تان سینی شروع کرے تو فوراً اس مجلس سے اٹھکر چلا آئے اگر سارے مسلمان اسپر عامل ہو جائیں تو یک لخت وعظ و پند کی مجلسوں سے یہ گانے کی بدعت اور بیحیائی فنا ہو سکتی ہے۔ سب ایسا نہ کریں تو جو شریف لوگ اس گانیکی بیہودگی اور چھچھورپن کا احساس رکھتے ہیں وہ دوسروں سے مرعوب ہوئے بغیر مومنانہ جراءت کو کام میں لاکر فوراً اس مجلس سے اٹھکر چلے آئیں اور اپنے نیک نمونے سے دوسروں کے لئے موجب ہدایت بنیں اور کوئی روکے یا پوچھے تو صاف کہدیں کہ ہم واعظ کا مراسی اور گویا ہونا ناپسند کرتے ہیں۔

دوم جو واعظ اپنے وعظ و پند کے خاتمہ پر چندہ طلب کرے اسکو ہرگز چندہ نہ دیا جائے اور اس طرزِ عمل سے اسکو بتا دیا جائے کہ وعظ و نصیحت کرنیوالے کو مسلمان ہرگز کوئی چندہ نہ دینگے اور زر طلبی کا یہ طریقہ قطعاً غیر مؤثر اور ناکام ہے۔ جو شخص مسلمانوں کا

ہمدرد بنکر ان کو صرف وعظ ونصیحت کے لئے اپنی تقریر سنانا چاہتا ہے وہ اگر بعد میں کسی قسم کا چندہ بھی طلب کرتا ہے تو اس کا دہوکہ باز اور فریبی ہونا ثابت ہے اس لئے کہ اس نے دہوکہ سے لوگوں کو وعظ سننے کے لئے بلایا اور بٹھایا اور جب ان کو اچھی طرح متاثر اور اپنا معمول بنالیا تو پھر اپنے اصل مقصد زرطلبی کی طرف متوجہ ہوا ایسے دہوکہ باز اور ٹھگ کو ہرگز کچھ نہ دینا چاہیئے خواہ وہ مدرسہ کے لئے مانگتا ہو یا مسجد کے لئے یا انجمن کے لئے یا اپنی ذات کے لئے اس لئے کہ مدرسہ ومسجد وغیرہ کا نام عموماً مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے یہ لوگ لیا کرتے ہیں۔

سوم جو واعظ یا مولوی میزبان سے فرمائش کرے کہ میں فلاں فلاں قسم کا کھانا کھاتا ہوں اور فلاں فلاں قسم کے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں مثلاً وہ کہے کہ میں گائے کا گوشت نہیں کھا سکتا بکری یا پرند کا گوشت کھاتا ہوں۔ فلاں وقت دودھ پیتا ہوں اور فلاں وقت چاء۔ اور اسی قسم کی فرمائشات اور اپنی نازک مزاجی کا اظہار کرے تو ایسے شکم پرست، بے غیرت اور پیٹ کے کتے کی فرمائشات کو ہرگز پورا نہ کیا جائے اور اس سے صاف طور پر کہدیا جائے کہ جو کچھ ہمارے یہاں کھانا تیار ہوتا ہے وہی آپ کو کھانا پڑیگا۔ جبکہ آپ بیمار ہیں یا ایسے نازک مزاج ہیں تو گھر سے وعظ سنانے کے لئے کیوں نکل کھڑے ہوئے اور اتنی دور سفر کرکے کیوں تشریف لائے اپنے وطن اور اپنے شہر ہی میں لوگوں کو وعظ ونصیحت کی ہوتی۔ یہ کام تو سعد جفاکش اور بہادر مومنوں کا ہے نہ آپ جیسے زنانہ سیرت نفس پرور اور بیچارے مُخَلَّفُوْنَ کا جنھوں نے کہا تھا کہ لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ط (التوبہ ۱۱)

چہارم اس کتاب کو ہر پڑھے لکھے مسلمان تک پہونچا دیا جائے .... اور ہر لے پڑھے مسلمان کو اول سے آخر تک پڑھکر ایک مرتبہ ضرور سنا دیا جائے۔

(۳)

جب واعظوں اور مولویوں کو چندہ دینا موقوف کردیا جائیگا تو پھر دینی مدارس اور

مسلمانوں کی قومی و مذہبی انجمنیں اور مفید کام کرنیوالے تبلیغی ادارے کس طرح جاری اور قایم رہ سکتے ہیں۔

(جواب)

مذہبی اور قومی کام کرنیوالے مفید اداروں، انجمنوں اور مدرسونکو اسطرح زیادہ روپیہ وصول ہوسکتا ہے اور اسطرح وہ زیادہ اچھی حالتمیں قایم رہ سکتے ہیں کہ کسی واعظ کو ہرگز ہرگز کوئی چندہ نہ دیا جائے واعظین و مبلغین کا کام صرف وعظ و تبلیغ ہونا چاہیئے چندہ جمع کرنے اور روپیہ کی وصولی کا کام اُن کے سپرد کرنا ہی انتہا درجہ کی غلطی اور اصول اسلام و احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہی۔ چندہ کے وصول کرنیوالے دوسرے لوگ ہونے چاہئیں اور یہ کام زیادہ تر اُن لوگونکو کرنا چاہیئے جو امراء اور رؤساء کے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ واعظ چندہ دینے کی ترغیب دے سکتا اور انفاق فی سبیل اللہ کی ضرورت اور خوبیاں لوگوں کو بتا سکتا ہے لیکن خود اسکو لوگوں سے روپیہ ہرگز ہرگز وصول نہیں کرنا چاہیئے نہ اس کے ہمراہ کوئی محصل ہونا چاہیئے۔

چندہ وصول کرنیوالے لوگونکو صاف طور پر پہلے ہی اعلان کردینا چاہیئے کہ ہم چندہ وصول کرنا چاہتے ہیں اور فلاں مدرسہ یا انجمن یا مذہبی کام کے لئے وصول کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس چندہ کی اہمیت و ضرورت لوگونکو سمجھا سکتے ہیں یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ واعظ یا عالم کی حیثیت سے وعظ شروع کریں اور آخر میں مقطع کا بند شیئاً للہ ہو۔

وعظ و نصیحت گری کے پردے میں دہوکا دیکر لوگوں کی جیبیں خالی کرانا اس لئے بھی نامناسب ہی کہ جائز ضرورتوں کے لئے تو کبھی کبھی چندہ ہوتا ہے اور واعظوں کے لباس میں پھیری لگانیوالے بھیڑیئے اور ڈاکو آئے دن مسلمانوں کو لوٹتے اور ان کے خلوص اور جوش ایمانی کو مجروح و مضمحل بناتے رہتے ہیں۔ مدرسہ دیوبند، جامعہ ملیہ دہلی۔ حمایت اسلام لاہور وغیرہ کو ہندوستان کے ہر ضلع سے چندہ وصول کرنیکا حق ہے، اور ان کے محصلین چندہ کو عموماً کسی قابل اعتراض طرز عمل کے اختیار کرنیکی ضرورت بھی پیش نہیں آتی اور ان کی ضرورتیں زندہ دل مسلمان خود ہی پوری کرتے رہتے ہیں۔

پیشہ ور اور دہوکہ باز واعظ عموماً کسی غیر معروف مدرسہ یا کسی مسجد یا کسی لائبریری کے نام سے چندہ طلب کیا کرتے ہیں۔ لہذا ان کو نہایت جرأت اور صفائی کے ساتھ جواب دے دینا چاہیئے کہ جس شہر یا جس قصبہ میں آپکا مدرسہ ہے اور جہاں کے رہنے والے طلباء اسمیں تعلیم پاتے ہیں اسی شہر یا اسی قصبہ کے باشندوں کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اس مدرسکے مصارف کو پورا کریں جس طرح کہ ہمارے شہر یا ہمارے قصبہ کے مدرسہ یا لائبریری کا ہم پر حق ہے کہ ہم اس کے مصارف کو پورا کریں۔ ہم آپکے یہاں چندہ مانگنے نہیں جاتے آپ ہمارے یہاں چندہ مانگنے نہ آئیں۔

ہاں اگر ہمارے یہاں مدرسہ یا لائبریری قایم نہیں ہے تو آپ یہاں کی مقامی ضرورت کے موافق یہاں کے لوگوں کو ترغیب دیکر یہاں مدرسہ قایم کرادیں تاکہ یہاں کے مسلمان جاہل نہ رہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ یہاں کے مسلمانونکو تو جاہل ہی رکھا جائے اور انکی جہالت کے دور کرنیکا کوئی انتظام نہ کیا جائے اور دوسری جگہ کے مسلمانونکو عالم بنانے کے لئے ان جاہلوں سے روپیہ وصول کیا جائے۔ اور ہر سال آپ اپنے وطن کی بہبودی کے لئے یہاں سے روپیہ وصول کرنے آئیں اور ہمکو اسی قابل رحم حالت میں چھوڑ جائیں۔ یہ ایک معقول جواب ہے جو نہایت سنجیدگی کیساتھ پیش کیا جاسکتا ہے لیکن یہ پیشہ ور عموماً جھوٹے اور دروغگو ہوتے ہیں جس جگہ کے مدرسہ کے لئے یہ چندہ طلب کرتے ہیں وہاں عموماً کوئی مدرسہ نہیں ہوا کرتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو یہ ڈاکو اس مدرسہ کو کچھہ نہیں دیتے یا کچھہ قدر قلیل دیکر باقی سب کچھہ آپ ہی ہڑپ کر جاتے ہیں۔

(۴)

بہت سے واعظ حقیقتاً مفلس اور محتاج ہوتے ہیں۔ اُن کا وعظ سنکر اُن کی کچھ مدد کرنا اور ان کے لئے چندہ کر دینا کیوں جائز نہیں؟ اگر مستحق اعانت اور مسکین شخص کی مالی امداد نہ کیجائیگی تو یہ بہت بڑی سنگدلی اور گناہ کی بات ہوگی۔

(جواب)

محتاج اور مسکین شخص کی مالی امداد کرنا نہایت ضروری اور ثواب کا کام ہے اور

قرآن وحدیث میں اس کے لئے بڑی تاکیدیں اور ترغیبیں موجود ہیں لیکن جو شخص مسکین اور سوال کرنیکا مستحق ہوچکا ہے اسکو سائل بنکر پیش ہونا اور سوال کرنا چاہئے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسکی امداد کریں اور اپنے ایسے مسلمان بھائی کو اس کی سوال کرنے سے پہلے ہی مدد پہونچائیں اور اس کی حالت کو درست کردینے کی امکانی کوشش میں دریغ نہ کریں جس شخص کو سوال کرنیکا حق شرعاً حاصل ہوجاتاہی اسکو اسقدر جمعیت خاطر اور اطمینان قلب کہاں حاصل رہتاہے کہ لطیفہ گوئی اور اپنی خوش الحانی کے جوہر دکھاکر لوگوں کو گرویدہ و مسرور بناسکے۔ جبتک قیمتی چوغہ۔ زر ریشم کے پھولونکا رومال۔ قیمتی عمامہ موجود ہے شرعاً سوال کرنا جائز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی چیز ایسی نہ رہی ہو۔ کہ جسکو فروخت کرکے گذران کیجائے یا کوئی ناگہانی افتاد ایسی آپڑی ہو کہ سوال کرنا جائز ہوجائے تو بھی یہ توکسی طرح جائز نہیں ہوسکتا کہ وعظ گوئی کو آلۂ کار بناکر وعظ کی اجرت لوگوں سے طلب کیجائے اور حرامخوری پر اس طرح کمر باندہی جائے کہ اسکو پیشہ قرار دے لیا جائے۔ ایسے واعظ کے لئے ہرگز جائز نہ تھا کہ وہ شریعت کو ذلیل ورسوا کرے۔ اور گداگر واعظ بنکر دوسروں کے لئے اس ملعون گداگری کی رسم بد کو رواج دے۔ اگر مسلمانوں نے کسی تباہ حال واعظ کی حالت زار پر رحم کھاکر اس کے لئے چندہ جمع کردیا ہے تو اسکو پھر بار بار اسی طرح چندہ وصول کرنے اور اس گداگری کو پیشہ بنالینے کا حق توکسی طرح بھی حاصل نہیں ہونا چاہئے اور جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس نے وعظ گوئی کو ذریعہ معاش اور دام تزویر بنالیا ہے تو پھر اسکی ہمت شکنی ضروری اور لازمی ہے۔ جو کوئی افراد واشخاص پر تو رحم کرتا ہے مگر اسلام پر اسکو رحم نہیں آتا اور لوگوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے خدا و رسول کی منشاء کو پامال کرنیمیں باک نہیں کرتا وہ یقیناً سخت مجرم اور مستوجب عقوبت ہے۔ اسلام کی عزت وحفاظت بہرحالت مقدم رہنی چاہئے۔

(۵)

جو لوگ ہندوستان کے مرکزی مذہبی اداروں کی طرف سے تنخواہ پاتے اور وعظ

وتبلیغ کیلئے دورے کرتے ہیں اور ساتھ ہی چندے بھی وصول کرتے ہیں ان کے متعلق کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔

(جواب)

ان لوگوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا جائے کہ آپ براہ مہربانی اپنے وعظ کے درمیان یا وعظ کے خاتمہ میں چندہ وصول کرنیکا عزم نہ فرمائیں انجمن یا مدرسہ کیحالت اور اسکو مستحق امداد ہونیکا تذکرہ فرمائیں اور چندہ وصول کرنیکیلئے بعد میں خود لوگوں کے گھر و نپر جائیں اور چندہ وصول کریں۔ یا ایسی نوبت ہی نہ آنے دیں بلکہ خود ہی انکی قیام گاہ پر مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنا چندہ پہنچا دیں، ان لوگوں کے پاس عموماً رسید کے مطبوعہ فارم ہوتے ہیں چندہ دیتے وقت اُن سے ضرور رسید لیجائے اور بذریعہ ڈاک وہ رسید مرکزی دفتر کو بھیجدیجائے کہ وہ کوشش کریں کہ واعظوں کے ذریعہ ہرگز چندہ جمع کیا جائے اور علماء کی وعظ کو اس نحوست سے پاک کریں میں رکاوٹ نہ بنیں۔ فراہمی چندہ کیلئے دوسری لوگ ہوں جو وعظ و تبلیغ کا کام نہ کریں تاکہ وعظ اور وصولی زر میں قطعاً کوئی تعلق اور لزوم باقی نرہے اور ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی بے برکتی جو مسلمانوں کی بدنصیبی سے موجود ہے بالکل دور ہو جائے اور بے طمع مخلص کارکنوں کی لئے تبلیغ اسلام کا میدان صاف ہو کر اسلام کی حقیقی ترقی شروع ہو۔

(٦)

وعظ کی اجرت لینے اور چندہ وصول کرنیوالے جب نہ رہینگے تو پھر اسلام کا یہ چرچا اور خدا اور رسول کا نام جو کانوں میں پڑتا رہتا ہے اور نماز روزہ کی ترغیب جو پھیری لگانیوالے اور گشت کرنیوالے پیشہ ور واعظوں اور مولویوں کے ذریعہ ہوتی رہتی ہے یہ سب موقوف ہو کر بے دینی کو فروغ ہوگا اور مسجدیں نمازیوں سے خالی ہو جائینگی۔

(جواب)

یہ اندیشہ محض شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکا ہے اب بھی پیشہ ور اور گداگر مولویوں اور واعظوں کے علاوہ مخلص اور بے طمع وعظ و پند کرنیوالے علمائے حق کم و بیش اپنے کام میں مصروف ہیں لیکن جب ان پیشہ وروں کا انسداد ہو گیا تو مسلمانوں میں پیدا ہونیوالے فتنوں کا دروازہ بھی خود بخود بند ہو جائیگا اور مسلمانوں کی بے عملی اور بد عملی یقیناً عمل اور نیک اعمالی سے تبدیل ہو جائیگی اور مردان با خدا خود بخود

میدانِ عمل میں نکلکر مصروفِ کار ہوجائینگے یہی نفس پرست اور بندگان حرص و ہوا علمائے سوء ہیں جنھوں نے عام مسلمانونکی جہالت سے فائدہ اٹھا کر ایکطرف عام مسلمانونکو اصل اسلام اور حقیقتِ مذہب سے دور رکھنے کی کوششوں میں ہمتیں صرف کی ہیں اور انھیں نفس پرست وجاہ پسند دنیا کے کتوں نے علمائے حق کے لیے میدانِ عمل تنگ کر کے ان کو معطل و بیکار بنا دیا ہے انھیں میں وہ ملعون گروہ بھی شامل ہے جو دشمنانِ اسلام کے اشاروں پر کٹھ پتلی کیطرح کام کرتا اور مسلمانونکو ہر اس کام سے باز رکھنا چاہتا ہے جسمیں اسلام کی کامرانی و سربلندی مضمر ہو۔ ان لوگونکی سرگرمیونکا نفع اگر ایک حصہ ہے تو انکی مضرت و ایذارسانی ہزار حصہ سے بھی زیادہ ہے۔ مندرجہ بالا خدشہ کا جواب ہر شخص کو منطق سے نہیں بلکہ وجدان صحیح سے طلب کرنا چاہیے اور تجربہ سب سے بہتر اور تسکین بخش جواب دیسکتا ہے

(۷)

اس کتاب میں ایک سے زیادہ مقامات پر ایسے الفاظ لکھے گئے ہیں جن سے علم فقہ اور فقہی کتابونکی تحقیر و توہین ظاہر ہوتی ہے حالانکہ یہی فقہی کتابیں ہیں جو رات دن علمائے اسلام کی زیر نظر رہتی ہیں اور انھیں کتابوں نے اسلام کو اسکی اصلی حالت میں باقی رکھہ چھوڑا ہے اور انھیں کے حوالونسے عام طور پر فتوے صادر ہوتے اور مسلمان انپر عمل کرتے ہیں۔

(جواب)

علم فقہ اور فقہی کتابوں کی نسبت میں نے ہرگز ہرگز کوئی لفظ یا فقرہ ایسا نہیں لکھا جس سے علم فقہ کی توہین و تحقیر نکلتی ہو یا علم فقہ کی ضرورت کا انکار ظاہر ہوتا ہو۔ علم فقہ اور فقہی کتابونکی نسبت اس کتاب میں میں نے اپنی طرف سے تو کچھہ بھی نہیں لکھا بلکہ جو کچھہ لکھا گیا ہے وہ حضرت امام غزالیؒ اور حضرت مولٰنا ولایت علی صاحبؒ اور شیخ محمد ابو زید مصری عالم اور دوسرے علمائے حق کے الفاظ ہیں اور میں ان الفاظ کو صحیح جانتا اور برحق مانتا ہوں۔ اسی لیے میں نے انکو اس کتاب میں نقل کیا ہے۔ علم فقہ کا صحیح مقام سمجھنے میں عام طور پر لوگوں سے غلطی ہوتی ہے اور اسکا سبب بھی مسلمانونکا قرآن مجید سے دوری و مہجوری اختیار کر لینا ہے۔ لوگوں نے علم فقہ کو مکمل علم دین اور مقصود اصلی اور کامل ذریعہ نجات سمجھہ رکھا ہے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ اس زمانہ میں تو اس غلط فہمی کے دور کرنیکیلیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے۔ میں اسجگہ نہایت ہی مختصر طور پر عرض

کرتا ہوں کہ فقہ کو مسلمانونکی سلطنت، مسلمانونکے معاملات اور مسلمانونکی عبادات جسمانی و مالی کا قانون کہنا چاہیئے قانون کی پابندی کرنیوالا شخص اس دنیا کی دار وگیر اور حاکم کی سزا سے محفوظ رہتا ہے اور قانون کا کام دنیا میں امن و امان کا قایم رکھنا اور لوگونکے دنیوی حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ قرآنمجید نے اس کے لئے بھی مکمل اصول اور ضروری باتیں بیان فرمادی ہیں۔ چور کو چوری کی، زانی کو زنا کی سزا دینا وغیرہ یعنی جرائم کا انسداد۔ بیع و شرا، تقسیم وراثت، فصل خصومات، تجہیز و تکفین، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ارکان کو شریعت کے مقرر فرمودہ قواعد کے موافق ادا کرنا۔ یہ سب کچھ علم فقہ سے تعلق رکھتا ہے لیکن ان سب باتونکی ظاہری تکمیل اور اعضاء و جوارح کے افعال کو درستی سے ادا کرلینے ہی کا نام دین نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ضروری اور باتیں بھی ہیں اور وہ دل کیحالت اور عقیدے سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ علم فقہ سے بالاتر ہیں۔ ایک منافق جو توحید باریتعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ قیامت کا قائل نہو۔ رسول اللہ صلعم کی رسالت کا معتقد نہو وہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب کا ادا کرنیوالا اور تمام اعمال ظاہری باقاعدہ بجالانیوالا اور علم فقہ کا خوب جاننے والا بھی ہو سکتا ہے۔ منافق خود رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں بھی موجود اور تمام اسلامی حقوق سے متمتع تھے، قرآنمجید میں ان منافقونکا بار بار ذکر آیا ہے۔ فقہ کا تعلق ظاہری حالت اور ظاہری اعمال سے ہے عقیدہ اور دلکی کیفیتوں سے علم فقہ کو براہ راست کوئی تعلق نہیں۔

ہندوستان میں مسلمانونکی حکومت کے زمانے میں کئی کایستھ، کئی برہمن، کئی بنئے یعنی متعدد ہندو ایسے گذر چکے ہیں جو نکاح و طلاق اور وراثت وغیرہ کے متعلق مسلمان عالمونسے بہتر واقفیت رکھنے والے ثابت ہوئے تھے۔ اور انمیں سے بعض نے مسلمان عالمونکے فتوونمیں غلطیاں نکالیں اور فقہ کی کتابونسے ثبوت پیش کیا اور ان مسلمان علماء کو اپنی غلطیاں تسلیم کرنی پڑیں۔ نجیب آباد میں ایک ہندو طبیب بعصر انوپ سنگھ نواب جھبو خانصاحب مرحوم کے زمانے میں اور انسے پہلے کئی ہندو ایسے موجود تھے کہ انھوں نے فقہ کی بعض اہم کتابوں پر حاشیے چڑھائے تھے۔ ریاست رامپور میں ہنگامہ ۵۷ء کے بعد بھی نواب کلب علیخانصاحب مرحوم کے عہد حکومت تک ایسے ہندو موجود تھے جو فرائض و حقوق میں اپنے معاصر مولویونسے زیادہ دقیق نظر رکھتے تھے اور فقہ کی متداول کتابیں انکو ازبر یاد تھیں اور ہر پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ پیش ہونیپر بلا تامل اور بلا توقف اس طلاقت و برجستگی کیساتھ جواب دیتے

اوران فقہی کتابوں کے متعلقہ فقرات اور بعض اوقات صفحات کے صفحات سناتے چلے جاتے تھے کہ مسلمان طالبعلم تصویر حیرت بنے ہوئے انکا منہ دیکھتے رہجاتے تھے۔ تو کیا ان ہندوؤں کو حقیقتاً عالم دین اور مقرب بارگاہ الٰہی کہا جا سکتا ہے؟ ذرا سوچکر جواب دو۔

شرکیہ عقائد حسد۔ ریا۔ جاہ طلبی۔ دنیا پرستی۔ تن آسانی۔ بزدلی وغیرہ دل کی بیماریوں اور عقیدہ کی خرابیوں کو علم فقہ اور فقہ کی کتابیں کسطرح دور کر سکتی ہیں؟ توحید باریتعالی اور صفات حسنہ باریتعالی پر کامل ایمان توکل علی اللہ۔ ایثار۔ شفقت علی خلق اللہ کا جذبہ حقیقی شجاعت خدائتعالی کی جناب میں خشوع وخضوع۔ ایمان بالیوم الآخر۔ فروتنی وتواضع وغیرہ صفات محمودہ علم فقہ اور فقہی کتابوں کے ذریعہ کسطرح انسان میں پیدا ہو سکتی ہیں؟ اس کے لئے تو خدائتعالی کی کتاب قرآنمجید ہی ایک کیمیا اثر اور اکسیر تاثیر نسخہ ہے اور اسی کے ذریعہ عقیدہ اور دل کی حالت کی اصلاح ہو سکتی ہے عقیدہ اور دل کی حالت کے درست ہولینے سے انسان فوز وفلاح کو پہونچ سکتا ہے دلکی حالت کی اس تبدیلی کیساتھ ہی ظاہری اعمال کی بجا آوری اور فقہی احکام کی پابندی نفع پہنچا سکتی ہے اور انسان دین ودنیا میں کامیاب وفائز المرام ہو سکتا ہے۔

شاید اس مثال سے بھی اصل مطلب ذہن نشین ہو سکے کہ حکومت نے اپنی فوج اور پولس کیلئے خاص خاص قسم کا لباس مقرر کر دیا ہے جسے فوج اور پولس کی وردی کہتے ہیں۔ فوج اور پولیس کے سپاہیوں کو خاص قسم کی قواعد اور پریڈ بھی مقررہ اوقات میں کرنی پڑتی ہے۔ یہ وردی اور پریڈ کی حاضری کی اوقات اور چھاؤنی اور پولیس لائن کی مخصوص طرز زندگی حکومت نے فوج اور پولیس کی ذمہ داریوں۔ ضرورتوں اور اپنی مصلحتوں کو مدنظر رکھکر لازمی اور ضروری قرار دی ہیں۔ اگر کوئی سپاہی مقررہ وردی نہ پہنے اور وقت پر میدان پریڈ میں حاضر نہ ہو تو سزایاب اور معتوب ہوتا ہے لیکن فوج کی اصل غرض ملک کو دوسرے بادشاہ کی حملہ آوری سے اور پولیس کی اصل غرض بدمعاشوں کی دست برد سے کمزور رعایا کو بچانا ہے اب اگر فوج اور پولیس کے سپاہی اپنی وردیوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ باقاعدہ رکھیں اور قواعد پریڈ میں بھی وقت پر حاضر ہو کر کام کرتے رہیں اور فوجی چھاؤنی اور پولیس لائن کی تمام شرائط کو بھی پورا کرنیوالے ہوں مگر جب کوئی دشمن ملک پر حملہ آور ہو تو فوج والے اس دشمن کی فوج کے مقابلے میں جانیسے انکار کر دیں اور پولیس والے بدمعاشوں اور چوروں کی گرفتاری سے پہلو تہی اختیار کریں

تو کیا ایسی فوج اور ایسی پولیس بادشاہ کی مہربانی اور انعام کی مستحق ہوگی یا بادشاہ کے غضب اور عقوبت میں گرفتار ہوگی؟ ظاہر ہے کہ بادشاہ اس فوج اور اس پولیس کو اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کر کے سخت ترین سزا دیگا۔ بالکل یہی مثال شریعت کے اعمال ظاہری و افعال جوارح کی ہے شہنشاہ حقیقی نے اعمال و افعال جوارح اور عبادات کی ظاہری شکل و صورت کو بھی ضروری قرار دیا ہے لیکن اصل غرض عقیدہ و دل کی اصلاح اور بندہ کا تقرب الٰہی حاصل کرنا ہے جسطرح فوج اور پولیس کا باوردی ہونا اور ایک نظام کے ماتحت رہنا ضروری ہے اور کوئی فوج یا پولیس بلا وردی اور بلا جنگی تربیت اور بغیر مقررہ نظام کے ماتحت رہے شاہی فوج اور شاہی پولیس قرار نہیں دیجا سکتی اور اپنے حقیقی فرائض بھی انجام نہیں دیسکتی بالکل اسی طرح شریعت کے ظاہری قوانین یعنی فقہی احکام کی پابندی کئے بغیر اسلام کامل نہیں ہوسکتا لیکن اسلام کی صرف اس ظاہری صورت ہی کو اصل اسلام اور حقیقت اسلام سمجھنا سراسر غلطی اور نادانی ہے اور یہی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کے الفاظ کا منشاء ہے نہ اور کچھ۔

جو شخص کتاب و سنت کو چھوڑ کر صرف فقہ و فتاویٰ کی کتابوں کو کافی سمجھتا اور انھیں کو دین اسلام کے کامل ہونیکا ذریعہ یقین کرتا اور قرآن مجید کے مطالب سے واقف ہونے اور اسمیں تدبر کرنیکی ضرورت تسلیم نہیں کرتا تو ایسے جاہل کو عالم علم دین سمجھنا پرلے سرے کی حماقت اور خطرناک قسم کی جہالت ہے یا انتہا درجہ کی شرارت۔ جو مذہب قرآن مجید سے بے نیاز ہے اسکا نام اسلام تو نہیں ہوسکتا کچھ اور ہی ہوسکتا ہے۔ اسلام قرآن مجید و سنت نبوی ہی کے ذریعہ اپنی اصلی حالت پر قایم رہ سکتا ہے نہ کسی دوسری چیز کے ذریعہ۔ فتدبروا۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

۱۹ دسمبر ۱۹۳۵ء — اکبر شاہ خان نجیب آباد

خاتمہ

نئی روشنی کے یورپ زدہ مجتہدین

جب اس کتاب کی آخری کاپی صفحہ ۱۳۶ تک لکھی جا چکی اور عزیزم مولوی محمد ایوب خاں کاپی کا مسودہ سے مقابلہ کرا کر اغلاطِ کتابت کی تصحیح سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ "آپ نے اس کتاب میں مولویوں اور پیشہ ور واعظوں کی نسبت تو حسب ضرورت سب کچھ لکھ دیا لیکن انگریزی تعلیم یافتہ اور نئی روشنی کے نام نہاد مجددین اور مذہبی پیشوائی کے دعویداروں کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ ان لوگوں نے بھی ایک خطرناک اور ترقی پذیر فتنہ کا دروازہ کھول دیا ہے" میں نے عزیز ممدوح کے ان الفاظ کے جواب میں کہا کہ میں اس کے متعلق ایک الگ رسالہ لکھونگا لیکن انہوں نے کہا کہ اس رسالہ میں بھی کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے تھا اور یہی ایک کمی ہے جو محسوس ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے غور و تامل کے بعد جبکہ صفحہ ۱۳۶ تک کی کاپیاں چھپ چکی ہیں مناسب سمجھا کہ اس رسالہ میں ایک خاتمہ یا ضمیمہ کا اضافہ کر دوں۔

وہ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان جو انگریزی کالجوں میں دہریہ عقائد رکھنے والے پروفیسروں کے زیر تربیت بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں حاصل کر لینے کے بعد مستشرقین یورپ کی بعض کتابوں کو پڑھ کر اپنے آپ کو اسلامیات کا ماہر کامل یقین کرنے لگتے ہیں اور جو عربی زبان بھی انگریز یا جرمن پروفیسروں ہی سے سیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور جو ہر چیز کو یورپی آنکھوں سے دیکھتے اور ہر بات کو یورپی کانوں سے سنتے اور ہر مسئلہ پر یورپی دماغ سے غور کرتے ہیں اور جن کے دل میں جذبات بھی یورپی سانچے میں ڈھل کر پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی حماقت سے قرآن مجید اور نظام اسلام کو یورپی اور مغربی فلسفہ کے ہمرنگ و ہمنگ بنا دینے کو اسلام کی خدمت و حمایت تصور کرتے ہیں۔

یہ لوگ عموماً روحانیت سے خالی، فلسفۂ مغربی سے مرعوب اور حقیقتِ اسلام سے عموماً ناآشنا ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی ایمانی کمزوری کے سبب فلسفۂ مغربی کے آگے نامردانہ و بزدلانہ انداز میں اسلام کی طرف سے دب کر درخواستِ صلح پیش کرنے پر آمادہ رہتے اور بجائے اس کے کہ قرآن مجید کے صحیح مفہوم کو اس کے الفاظ اور سیاق عبارت سے معلوم کرنے کی کوشش کریں اور سنت نبوی صلعم سے واقف و آگاہ ہوں قرآن مجید کو موم

کی ناک بنا کر آیاتِ قرآنیہ کو اپنے حسب منشاء معانی پہنانا چاہتے اور اپنی خواہش کے خلاف صحیح سے صحیح حدیث ہو تو اُس کو وضعی قرار دے کر اپنے مطلب کے موافق کسی وضعی حدیث کو بلا تامل سند گردان لیتے ہیں۔

ان ضعیف الایمان بزدلوں کا مذہبی نصب العین اور منتہائے نظر عموماً دنیوی سربلندی اور دنیوی حکومت سلطنت سے آگے نہیں بڑھتا اور ایمان بالیوم الآخر سے بے بہرہ اور فکر عقبیٰ سے عموماً بے فکر ہوتے ہیں۔ ان کی ہر بات میں نمائش اور ان کے ہر کام میں ریاکاری کارفرما نظر آتی ہے۔ صدیق رضؓ و فاروق رضؓ ان کے لیے ناقص اور ہٹلر و مسولینی وغیرہ کامل نمونے ہوتے ہیں۔ ضرورت پڑے تو یہ لوگ مصطفیٰ کمال کے کسی عمل کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل وارشاد پر ترجیح دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے اور مطلق نہیں شرماتے۔ اپنی خواہش پوری ہوتی ہو تو ان صحابۂ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرنے اور اُن کے اقوال و اعمال کا تمسخر اُڑانے سے نہیں چوکتے جن میں سے ہر ایک نجم ہدایت ہے اور جن کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا خدائی سارٹیفکٹ مل چکا ہے اور اپنا مقصد حاصل ہوتا ہو تو غازی امیر امان اللہ خاں یا کسی ایرانی یا کسی عراقی کے قول و فعل کو دلیل شرعی کے طور پر پیش کر دیتے ہیں

قرآن مجید اور نظام اسلام کسی انسان کو قانون سازی کا آزادانہ حق نہیں دیتا (جیسا کہ میری کتاب نظام سلطنت میں یہ مضمون مفصل و مدلل طور پر بیان ہو چکا ہے) لیکن یہ مغربی فلسفہ کے معمول اُخروی دائمی زندگی کے تصور سے قطعاً غافل و بے تعلق ہو کر اور قرآن مجید کی سب سے بڑی پکار، سب سے زیادہ بلند آہنگ آواز اور سب سے زبردست و نمایاں تعلیم یعنی ایمان بالیوم الآخر کو نظر انداز و وقفِ تغافل کر کے اور ناقابلِ التفات قرار دے کر مشرکوں کی طرح انسانوں کو انسانوں کے لیے قانون سازی کا حق عطا فرما کر اصول قرآنی کو درہم برہم کر دینے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ ان انگریزی داں اور یورپی دل و دماغ رکھنے والوں کا یہ الحاد اور بے دینی درحقیقت ہمارے جامد مقلدین اور دنیا پرست علماء کی نالائقیوں کا ردِ عمل ہے۔ نئی روشنی کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں ایک محدود و مختصر جماعت نے ناعاقبت اندیش فتوے باز مولویوں سے تنگ آ کر دینی اجتہاد کا کام اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہا ہے اور دوسرے انگریزی تعلیم یافتوں کی بڑی جماعت نے جو مذہب سے ناآشنائے محض ہے اُنکی اس جرأت و جسارت کو اپنے لیے غنیمت سمجھا ہے۔

ان ضعیف الایمان منکرینِ قیامت مجتہدین میں بعض بڑے ہی چالاک اور فریب باز ہوتے ہیں وہ قرآن مجید کی اُن آیات کو جو دنیوی حکومت و برتری حاصل کرنے پر مستعد بناتی ہیں بار بار پیش کرتے اور آمادہ بہ عمل بناتے ہیں لیکن افسوس کہ راستے کی اسی منزل میں قیام کر دیتے اور حقیقی منزلِ مقصود یعنی دارِ آخرت کو جس کے متعلق

قرآن مجید نے سب سے زیادہ زور دیا ہے مسلمانوں کے دلوں سے فراموش کرا دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ مسلّم ہے کہ یورپی اقوام نے تعلیمات اسلامیہ کے اس حصہ پر جو دنیوی ترقیات سے متعلق ہے ناقص طور پر عامل ہو کر یہ فوقیت و برتری پائی اور نام کے مسلمانوں نے سب کچھ چھوڑ کر اور قرآن مجید کی طرف سے بکلی مُنہ موڑ کر ذلت و نکبت حاصل کی لیکن یورپ کی یہ دنیوی چیرہ دستی نہ یورپ کے لیے حقیقی سامانِ راحت بن سکی ہے نہ قابلِ رشک کہی جا سکتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام یورپ کرب و بے چینی و بے اطمینانی کا گھوارہ بنا ہوا ہے۔ یورپ والوں کی اس قابل نفرین حالت کو حقیقی مقصد دری اور یورپ والوں کی اس گندی زندگی کو جنتی زندگی قرار دینے والے اور مسلمانوں کو مذہب کے نام پر فریب دے دے کر اُنہی کی ڈگر پر چلانے کی کوشش کرنے والے یا تو سخت احمق و فریب خوردہ ہیں یا اسلام کے دشمن و بدخواہ ہیں۔

حقیقی کامرانی اور روحانی راحت حاصل ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ قیامت اور اُخروی زندگی پر کامل یقین نہ ہو اور قرآن مجید کی کامل و مکمل ہدایات، اسوۂ نبوی اور اسوۂ صحابہ کو پیش نظر نہ رکھا جائے اسلام جس دنیوی سلطنت و حکومت کا مجوز ہے اُس کا صحیح نمونہ وہ سلطنت و حکومت ہے جو آنحضرت صلعم نے قائم کی اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں قائم رہی اسی کو خدائی بادشاہت کہا جا سکتا ہے اور ایسی ہی حکومت میں نوع انسان کو راحت نصیب ہو سکتی اور دنیا ظلم و عدوان سے پاک ہو سکتی ہے اور اس کو وہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جن کا نصب العین دارِ آخرت اور رضائے الٰہی ہو اور جو راتوں کی تنہائی میں خدائے تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے، رو رو کر دعائیں مانگتے، پانچوں وقت کی نمازوں کو پابندی کے ساتھ باجماعت ادا کرتے اور میدان جنگ میں شیر و پلنگ کو خاطر میں نہ لاتے اور صرف ساٹھ ساٹھ آدمیوں کی قلیل جماعت سے ساٹھ ساٹھ ہزار باساز و سامان دشمنوں کے لشکر کا کامیاب مقابلہ کر سکتے تھے۔ وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرتے۔ خدا ہی سے سب کچھ مانگتے اور خدائے تعالیٰ ہی کی امداد پر بھروسہ رکھتے تھے۔ وہ نہ تن آسان و آرام طلب تھے اور نہ صرف اسباب ظاہری کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے ان کا نصب العین حکمرانی و فرمانروائی اور حکومت و سلطنت ہرگز نہ تھا بلکہ وہ رضائے الٰہی اور نجات اُخروی کے خواہاں تھے جو اس دنیوی حکومت و سلطنت سے بہت دور آگے کی چیز ہے اور یہ دنیوی سلطنت و حکومت بھی جس کے لیے ایک ذلیل باندی اور خدمتگزار لونڈی بن سکتی ہے۔ اسی لیے شہنشاہ بننے کے بعد بھی وہ اپنے کرتے میں اٹھارہ اٹھارہ پیوند لگانے کے لیے مجبور رہتے تھے۔ اُن کی قوت و شوکت و رعب و عظمت کا راز اُن کے ایمان باللہ

اور تقوے میں مضمر تھا نہ ہرقلۂ روم اور اکاسرہ ایران کی سی ظاہری ونمائشی ٹیپ ٹاپ میں۔ اسی لیے ان کو ضرورت نہ تھی کہ آج کل کے یورپ پسند۔ دنیاپرست اور چالاک ساحروں کی طرح منکر خدا، منکر قیامت، بداعمال بدچلن اور بدمعاش لوگوں کی بھیڑ کو جمع کر کے اس پر بھروسہ کریں اور اپنی حکومت وسلطنت کی پٹری جمائیں بلکہ وہ دنیا میں ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جس کا قانون قرآن مجید اور جس کا دستور العمل ہدایت نامۂ الٰہیہ ہو۔ ان کو جو دنیوی قوت وشوکت وحکومت وبرتری اس دنیا میں حاصل ہوئی وہ تقویٰ شعاری خشیت الٰہی اور ایمانِ کامل کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ وہ ساز وسامان اور اشخاص وافراد کی قلت وکثرت کو مطلق خاطر میں نہ لاتے بلکہ کثرت پرستی کو شرک سمجھ کر ایمان باللہ اور تقویٰ شعاری کو تائید الٰہی کے حصول ووصول کا ذریعہ یقین کرتے تھے۔

آئندہ چل کر ان یورپ زدہ مسلم نمادہریوں کی یہ مذہبی انار کی ودینی بغاوت کس درجہ خطرناک ہو سکتی ہے اور روس کی اشتراکیت واشتمالیت یا جرمنی واٹلی کی شخصیت پرستی مسلمانوں کو منکر قیامت اور یک جہانیہ بنا کر اسلام کو کس قدر نقصان پہنچا سکتی ہے؟ اس کے متعلق میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک الگ مستقل رسالہ میں مفصل طور پر اظہارِ خیال کا قصد رکھتا ہوں۔ اس وقت اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ ہندوستان میں جابجا شہروں اور قصبوں میں دروسِ قرآن کا جو سلسلہ جاری ہو گیا ہے اور مختلف مقامات میں تحریک قرآنی کے متعلق جو کچھ ہو رہا اور مسلمانوں کو قرآن مجید کی طرف جس طرح متوجہ کیا جا رہا ہے یہ بہت کچھ قابلِ اطمینان اور مسلمانوں کی بیماری کا صحیح علاج ہے اور مجھ کو اس بات پر کامل یقین ہے کہ قرآن مجید ہی ہر خطرہ سے محفوظ رکھنے کا سامان ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ کسی انسانی دماغ کی تجاویز۔ ولقد یسرنا القرآن للذ کر فھل من مدکر۔

اکبر شاہ خاں

۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

بیش بہا علمی جواہر

مورخِ اسلام علامہ اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کی مصنفہ مندرجۂ ذیل کتابیں اس وقت مکتبۂ عبرت میں فروخت کے لیے تھوڑی تعداد میں موجود ہیں فوراً طلب فرمالیجیے۔ موجودہ اسٹاک کے ختم ہو جانے کے بعد فرمائشات کی تعمیل نہ ہوسکیگی اور طبع ثانی کا برسوں انتظار کرنا پڑیگا۔

(۱) مقدمۂ تاریخ ہند قدیم (جلد اوّل) یہ ایک مستقل علمی تصنیف ہے اُردو زبان میں آج تک فن تاریخ کے متعلق اس پایہ کی کتاب شائع نہیں ہوئی بعض مشاہیر علماء نے اس کتاب کی نسبت لکھا ہے کہ مقدمۂ ابن خلدون کے بعد فلسفۂ تاریخ میں یہ دوسری کتاب لکھی گئی ہے اور موجودہ زمانہ کے لیے تو یہ سب سے زیادہ مفید اور قابلِ مطالعہ کتاب ہے ہندوستان کی قومیتِ متحدہ کے لیے کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں یہ کتاب خضر صفت رہبر کا کام دیتی ہے۔ قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ (عہ۱) محصول ڈاک سات آنے (۷؍)

۲۔ نظام سلطنت یہ مقدمۂ تاریخ ہند کی دوسری جلد ہے۔ مگر بجائے خود ایک مستقل اور مکمل تصنیف ہے۔ یہ دورِ حاضرہ کی ایک لاجواب تاریخی تصنیف ہے نہ صرف تاریخی بلکہ تاریخی سے بڑھ کر تبلیغی کتاب ہے۔ تمام ممالک و اقوام و مذاہب کے قوانین سلطنت و آئین تمدن کی مکمل تاریخ اور قوموں کے بننے اور بگڑنے کے تمام صحیح اور قطعی اسباب کا عجیب و غریب گنجینہ ہے۔ اس میں مورخ اسلام نے جس محنت و کاوش کے ساتھ نسل انسانی کے مدارجِ ارتقاء اور مدارکِ تنزل پر بحث و نظر کی ہے اُس کا صحیح اندازہ کتاب کو مطالعہ کیے بغیر اور کسی طرح ممکن نہیں۔ اس کتاب کو تاریخی سے بڑھ کر اخلاقی بھی کہا جاسکتا ہے۔ ملک کے تمام مشاہیر علماء اور بلند پایہ اخبارات نے متفقہ طور پر اس کتاب کا مطالعہ موجودہ زمانہ میں ہر شخص کے لیے بیحد ضروری بتایا ہے۔ قیمت فی جلد (۸؍۶) محصول ڈاک ۱۱

۳۔ آئینۂ حقیقت نما (جلد اوّل) یہ کتاب ۱۹۲۶ء میں جب پہلی مرتبہ چھپ کر شائع ہوئی تو تمام علمی و سیاسی حلقوں میں دھوم مچ گئی۔ اس کتاب نے ہندو مسلم تعلقات اور مسلمان سلاطین کے اصول جہانبانی کو مدلل طور پر ذہن نشین کرا کر اُن شریر لوگوں کو جنھوں نے تاریخ ہند کو مسخ کرکے حقیقت پر تاریک پردے ڈال دیے ہیں سامنے لاکر ننگا کھڑا کردیا اور ہندوستان کی قومیت متحدہ کو مسموم اور پارہ پارہ کرنے والوں کی زہریلی کچلیاں نکال کر پھینکدیں۔ ہندوستان میں کوئی علمی کتاب اس کتاب کی برابر مقبول نہیں ہوئی۔ سیکڑوں کمیاب و مستند تاریخوں کے حوالے اور اُن کے اصل الفاظ جابجا نقل کیے گئے ہیں۔ پہلا اڈیشن چند ہی روز میں ختم ہو کر کتاب نایاب ہوگئی تھی اب دوسرا اڈیشن مصنف ممدوح کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے۔ قیمت رعایتی فی جلد سوا دو روپیہ (عہ۲) محصول ڈاک ۷؍

نواب امیر خاں یہ نواب امیر خاں بانیِ ریاست ٹونک (راجپوتانہ) کی نہایت دلچسپ اور سبق آموز سوانحعمری ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہندوستان کی حکومت کے انقلاب اور ہندو مسلم تعلقات کا نظارہ سامنے آجاتا اور ہر ہندوستانی اس کو پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے سکتہ کے عالم میں رہجاتا ہے۔ سپاہیانہ زندگی کا نمونہ اس میں بےنظیر ہے۔ قیمت فی جلد ۵ر علاوہ محصول ڈاک

۵۔ احقاقِ حق گاندھی جی کی خودنوشت سوانح عمری پر نہایت دلچسپ تنقید و نظر کی گئی ہے اور بڑی دلچسپ اور گاندھی جی کی زندگی کے کمزور پہلوؤں کو نمایاں کرنے والی کتاب ہے قیمت علاوہ محصولڈاک ۵ر

۶۔ لا الٰہ الا اللہ تعلیم توحید، اعمال و عقائد کی اصلاح اور ترغیب الی القرآن کے لیے بہترین چیز ہے۔ قیمت فی جلد پانچ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک

۷۔ جنگ انگورہ تیمور اور سلطان بایزید یلدرم کی معرکہ آرائی کا پورا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا اور لڑنے والوں کی آوازیں کانوں میں آنے لگتی ہیں۔ قیمت ۴ر علاوہ محصول ڈاک۔

۸۔ گائے اور اسکی تاریخی عظمت یہ ایک بلند پایہ علمی تصنیف ہے۔ اس کا اندازہ اس کے نام سے نہیں بلکہ مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے۔ قیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک۔

۹۔ وید اور اسکی قدامت قدامت وید کے متعلق اس سے بہتر علمی تحقیق کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ قیمت فی جلد چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

۱۰۔ باطل شکن ایک عیسائی پادری نے قرآن مجید کے متعلق اعتراضات کیے تھے اُن کا دنداں شکن جواب مورخ اسلام نے دلچسپ انداز میں دیا ہے۔ قیمت فی جلد ۴ر علاوہ محصولڈاک

۱۱۔ مسلمانان اندلس ہسپانیہ میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکمرانی کی جن لوگوں کو ضخیم تاریخوں کے پڑھنے کی فرصت نہیں وہ اس رسالہ کو جو تاریخ اندلس کا عطر ہے ملاحظہ کریں قیمت ۳ر علاوہ محصول

۱۲۔ اسلام اور اچھوت اقوام اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام نے ہر انسان کے لیے حقوق انسانیت مساوی تجویز کیے ہیں۔ قیمت فی جلد ۴ر علاوہ محصولڈاک۔

ضروری نوٹ

ایک روپیہ سے کم قیمت کی کتابوں کا وی پی روانہ نہیں ہوگا۔ ایک پارسل میں زیادہ کتابیں منگوانے میں محصولڈاک میں کسی قدر کمی ہوجاتی ہے۔ فرمایش کا خط یا منی آرڈر ذیل کے پتہ سے بھیجیے۔

منیجر مکتبہ عبرت نجیب آباد (یو۔پی)

مختصر فہرست تصانیف مورخ اسلام علّامہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	آئینۂ حقیقت نما	۴؍عا؍
۲	مقدمۂ تاریخِ ہند قدیم	۸؍عہ؍
۳	نظام سلطنت	۸؍عا؍
۴	تاریخِ اسلام جلد اوّل	للعہ؍
۵	تاریخ اسلام جلد دوم	للعہ؍
۶	تاریخ اسلام جلد سوم	سے؍
۷	سپاہیانہ زندگی	عہ؍
۸	اکابر قوم	۶؍
۹	نواب امیر خاں	۵؍
۱۰	جنگ انگورہ	۴؍
۱۱	مسلمانان اندلس	۳؍
۱۲	باطل شکن	۴؍
۱۳	گائے اور اس کی تاریخی عظمت	۴؍
۱۴	وید اور اُس کی قدامت	۴؍
۱۵	اسلام اور اچھوت اقوام	۴؍
۱۶	خانجہاں لودی	۶؍
۱۷	معیار العلماء	عہ؍
۱۸	احقاقِ حق (مصنفہٗ مولوی محمد ادریس خاں صاحب نجیب آبادی)	۵؍
۱۹	لاالٰہ اِلّا اللہ " " "	۵؍

(نمبر ۴ تا ۸:) یہ پانچوں کتابیں مکتبۂ عبرت کی چھپوائی ہوئی نہیں ہیں بلکہ کمیشن پر منگواکر رکھی گئی ہیں۔

ملنے کا پتہ:- مینجر مکتبۂ عبرت۔ نجیب آباد (یوپی)